لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

اسوۂ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

جسمیں

حضرت پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات زندگی اور اخلاق فاضلہ واسوۂ حسنہ کے متعلق یورپ کے مقتدر مستشرقین اور مختلف ممالک کے غیر مسلم محققین کے اقوال سے استناد واستدلال کیا گیا ہے۔

مولفہ

حضرت مولٰنا مولوی محمد زاہد القادری صاحب (اترولوی)

مدیر "الہلال" دھلی

باہتمام شیخ فضل حسین

ہلالی پریس دھلی میں چھپی

۱۹۲۳ء

مذہبی تالیفات میں ایک بیش قدر اضافہ

معارف القرآن

اردو زبان میں طرز جدید پر قرآن حکیم کی بے مثل تفسیر

اب تک قرآن پاک کی بے شمار تفسیریں شائع ہو چکی ہیں لیکن معارف القرآن جیسی جامع اور حاوی تفسیر آج تک شائع نہیں ہوئی۔ اس میں سورہ "والعصر" کی تفسیر بیان کی گئی ہے اور اس کے ضمن میں قرآن کریم کے حقائق و معارف اور نکات و مسائل شریعت نہایت سلیس عبارت میں درج کئے گئے ہیں مصنفہ مولانا [illegible] القادری ایڈیٹر الہلال کتابت طباعت بہترین اور کاغذ نہایت عمدہ [illegible] علاوہ محصول ڈاک۔

منیجر ہلالی پریس دہلی

مشکوٰۃ الانوار

([illegible] القادری [illegible] دہلوی)

[illegible] زیادہ مستند [illegible]

٣١٨٤٨

حامداً و مصلیاً و مسلماً

پیغمبر اسلام علیہ الصلوۃ والسلام کے محامد و مناقب کے متعلق اب تک بیشمار کتابیں تصنیف و تالیف ہو چکی ہیں جن سے اخلاق نبوی کی عظیم و جلیل رفعت و طہارت اور عجیب و غریب عظمت و منزلت ثابت ہوتی ہے لیکن غیر مذاہب کے محققین و مؤرخین کے اقوال سے اس مہتم بالشان موضوع پر اب تک کافی روشنی نہیں ڈالی گئی۔

ہمارے خیال میں غیر مسلم حضرات کے سامنے حضرت نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی حقانیت و صداقت ظاہر کرنے کے لئے بمنزلہ مسلمان مصنفین و مؤلفین کی تحریرات کے غیر مسلم محققین کے اقوال زیادہ موثر ثابت ہو سکتے ہیں ؎

خوشتر آن باشد کہ سر دلبراں ٭ گفتہ آید در حدیث دیگراں

مسلمانوں کی تحریرات میں بے شک عقیدت و ارادت کو بہت زیادہ دخل ہوتا ہے کیونکہ ہر مسلم حضور اقدس صلعم کی نسبت پاکیزہ خیال اور بہتر عقیدہ رکھنا اپنا سرمایہ ایمان سمجھتا ہے لیکن وہ لوگ جو مسلمان نہیں ہیں اور پیغمبر اسلام سے عقیدت و ارادت نہیں رکھتے اگر محققانہ اور منصفانہ نکتہ خیال سے حضور اکرم صلعم کی نسبت عمدہ خیالات ظاہر کریں اور انکی تعریف میں رطب اللسان ہوں تو بلا شک یہ حضور اکرم صلعم کی حقانیت و صداقت کا ایک بین ثبوت سمجھا جائیگا اور یقیناً دنیا میں اس سے زیادہ اور کوئی ثبوت نہیں ہو سکتا پس وہ لوگ جو پیغمبر اسلام علیہ الصلوۃ والسلام کی مدحت و منقبت مسلمانوں کی زبان و قلم سے سننا و دیکھنا زیادہ پسند نہیں کرتے غیر مسلم محققین کے منصفانہ و محققانہ اقوال حق پسندانہ نقطہ نظر سے دیکھیں اور کسی صحیح نتیجہ پر پہنچیں۔

واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

محمد زاہد القادری عفا اللہ تعالیٰ عنہ
فی دار الطباعت "الہلال" دھلی
یکم رمضان المبارک سنہ ۱۳۴۱ھ یوم الاربعہ

محمد عربی ﷺ

یہ مضمون روس کے جلیل القدر محقق کاؤنٹ ٹالسٹائی نے ۱۳۲۹ ہجری میں روس کے ایک جریدہ میں بالاقساط شائع کرایا تھا جس کا ترجمہ مصری اخبار رسائل نے شائع کیا تھا ہم ذیل میں بجنسہ درج کرتے ہیں (رزا احمد القادری)

جزیرۂ عرب کے باشندے کہ ہم سے چودہ سو برس پہلے مسیحیت اور یہودیت کے نام لیوا یا پابند تھے کہ ان میں ایک عظیم الشان مذہب پیدا ہوا جس کی بنیاد خدا کی وحدانیت کا اقرار تھا اس مذہب کا نام محمدی یا جیسا کہ اس کے پیرو کہتے ہیں اسلام ہے یہ مذہب قبائل عرب میں نہایت سرعت کے ساتھ پھیلا اور اس قدر جلدی ترقی کی کہ اب اس کے ماننے والوں کی تعداد بیس کروڑ[1] ہے دین اسلام کو ظاہر ہوئے تیرہ سو تیس سال گزر چکے ہیں جو ظہور مسیحیت سے تقریباً چھ سو سال بعد ظاہر ہوا ہے۔ اس کے بانی عرب کے ایک شخص محمد ﷺ تھے عرب ظہور اسلام سے پہلے بحیثیت زبان و جنس ایک ہی درجہ میں تھا یعنی اُس کے تمام باشندے بلحاظ قومیت اور زبان ایک ہی تھے۔ جو بتوں اور بہت سی نیک بد ارواح کو پوجتے تھے اُن کے بت دو قسم کے ہوتے تھے "خاندانی" اور "ملکی"

"خاندانی" بت وہ ہوتے تھے جو مخصوص طور پر ایک ہی خاندان کے لئے بنائے جاتے تھے اور وہ خاندان خصوصیت کے ساتھ ان کو پوجتا تھا۔ ان بتوں کے علاوہ ہر ایک قبیلہ میں ایک عام بت ہوتا تھا جس کو تمام فرقہ پوجتا تھا۔

"ملکی بت" وہ تھے جن کو تمام عرب پوجتا تھا اور کسی خاندان و فرقہ کی اس میں تخصیص نہ ہوتی تھی ان تمام بتوں پر اعتقاد رکھنے کے ساتھ ہی ان کا یہ بھی اعتقاد تھا کہ ان تمام بتوں کا ایک باپ بھی جس کو وہ اللہ العلی العظیم یعنی بزرگ و برتر خدا کہتے تھے۔

بتوں کی پرستش کے علاوہ اہل عرب ظہور اسلام سے پہلے بہت سے اور بھی ایسے مذہبی اعتقادات رکھتے تھے جو نہایت لغو اور خرافات سے بھرے ہوئے تھے ان کی شان مذہبی ان کی سختی و سنگدلی اور انتقام و سرکشی سے ظاہر ہوتی تھی عورتوں پر مظالم اور مخالفوں

---

[1] جدید تحقیقات کی بنا پر دنیا میں مسلمانوں کی آبادی کا تخمینہ چالیس کروڑ کیا گیا ہے (رزا احمد القادری)

سے سنگدلی کا برتاؤ ان کا ایک معمولی کام تھا۔ اس تاریک زمانہ میں عرب جغرافیائی اعتبار سے تین حصوں پر منقسم تھا۔

(۱) یمن۔ یہ علاقہ نہایت عمدہ سبزہ زار اور تر و تازہ تھا عموماً یہاں کے باشندے کاشتکاری کرتے اور مویشی چرایا کرتے تھے۔

(۲) نجد۔ یہاں کے باشندے لڑائی جھگڑے زیادہ پسند کرتے تھے مویشی چرانے کے لئے اچھی جگہ ہے اس لئے بہت سے دور دور سے قبائل یہاں مویشی چرانے آیا کرتے تھے۔ اور خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ مویشی چرانے پر اکثر نزاع ہوتے اور مدتوں میں اُن کا انقطاع ہوتا تھا۔

"حجاز" حجاز کا دارالحکومت مکہ تھا تمام عرب قبائل کے نزدیک مقدس و متبرک شہر ہے جس میں تمام عرب قبائل کے بُت موجود تھے۔ مکہ میں ایک مقدس مقام کعبہ ہے جو تمام عرب قبائل کے نزدیک متبرک مقام و عبادت گاہ سمجھا جاتا تھا اور جس میں "حجر اسود" نہایت محفوظ طریقہ پر رکھا گیا تھا۔ "حجر اسود" کی نسبت عربوں کا خیال تھا کہ اس کو عربوں کے جد اعظم حضرت ابراہیم پر خدا نے نازل فرمایا تھا[۱] اہل عرب کا یہ بھی خیال تھا کہ بانی دین اسلام حضرت ابراہیم کے بیٹے حضرت اسمٰعیل بن ہاجرہ کی اولاد سے ہیں۔ عرب کے اکثر قبائل سالانہ مکہ کی زیارت کو آیا کرتے تھے۔ اور خانہ کعبہ کا طواف کیا کرتے تھے اس کام کے لئے انہوں نے چار مہینے مخصوص کر دیئے تھے کہ ان مہینوں میں قتل و غارت گری اور لڑائی جھگڑوں سے دستکش ہو جاتے تھے تاکہ ہر شخص امن و سکون کے ساتھ خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے سفر کر سکے ان ایام میں قتل و غارتگری کا فعل اُن کے نزدیک قطعاً حرام تھا۔

جب حضرت محمدؐ نے قبائل عرب میں وحدانیت کا پاکیزہ تخم بویا اُن کے افکار کو روشن اور بصیرت کو منور فرما کر یکتا و برتر خدا کی معرفت کا سبق پڑھایا تو اُن کے تمام بُرے اخلاق خوبیوں سے بدل گئے۔ ان کی طبائع نرم قلوب گداز اور عادات اصلاح پذیر ہو گئیں۔ اور عرب مہذب و متمدن دنیا میں ترقی و تقدم کیلئے آگے بڑھنے لگے۔ حضرت محمدؐ کے ظہور سے پہلے عرب اپنے معبودوں یا بتوں کے سامنے انسانوں کی قربانیاں بھی چڑھایا کرتے تھے

---

[۱] صحیح واقعہ یہ ہے کہ حجر اسود حضرت آدم علیہ السلام اپنے ہمراہ جنت سے لائے تھے حضرت آدمؑ نے ہی خانہ کعبہ تعمیر کیا تھا (زاد الاعتقاد دعا)

جو لڑائیوں میں اُن کے ہاتھوں قید ہو جاتے تھے قیدیوں کے بچوں کو بھی قربانی پر چڑھایا کرتے تھے اور بھی اسی قسم کے مظالم تھے جو وہ عورتوں پر بچوں پر اور مخالف قبائل کے لوگوں پر کیا کرتے تھے حضرت محمدؐ نے عربوں کو ان تمام امور نامشروعہ سے روکا اور خدا کی عبادت کی پاکیزہ تعلیم دی۔ اخوت ہمدردی اور مساوات کے سبق سے اُن کے دلوں کو لبریز کر دیا۔ اور انتقام کو حرام اور خونریزی کو ممنوع قرار دیا۔ حضرت محمدؐ کی مذکورہ بالا تعلیم اس امر کی مظہر ہے کہ آپ دنیا میں ایک مصلح عظیم بنکر آئے تھے اور آپ میں ایک ایسی برگزیدہ قوت پائی جاتی تھی جو قوت بشری سے بہت زیادہ ارفع واعلیٰ تھی۔

حضرت محمدؐ ایک مفلس گھر میں پیدا ہوئے آپ کے والد آپ کی ولادت سے دو مہینے پہلے اور والدہ چھ مہینے بعد انتقال فرما گئی تھیں ماں باپ کے انتقال کے بعد آپ کے دادا نے آپ کو پرورش کیا اور دادا کی وفات کے بعد چچا نے۔

آپ نے چچا کے ہمراہ تجارتی سفر بھی کئے۔ نبی محمدؐ ابتدا عمر میں اپنے چچا کی خدمت میں رہا کرتے تھے اور ان کے مویشیوں اور اونٹوں کو چرایا کرتے تھے۔ جب آپ کی عمر ۲۵ سال کی ہو گئی تو آپ نے ایک قریبی رشتہ دار عورت خدیجہ کے ہاں جو عرب میں ایک مشہور دولتمند تاجرہ تھیں تعلق وکالت پیدا کر لیا اور ان کا مال نفع کی شرکت پر شام کی طرف لیجانے لگے ایک سال بعد خدیجہ نے آپ سے نکاح کر لیا۔ خدیجہ حضرت محمدؐ سے عمر میں بیس سال اور بعض کے نزدیک پندرہ سال بڑی تھیں۔ حضرت محمدؐ متواضع خلیق اور زیرک و صاحب بصیرت تھے لوگوں سے عمدہ معاملہ رکھتے تھے۔ آپ کی طبیعت ابتدا سے دینی ابحاث اور اصلاح کی طرف مائل تھی حضرت محمدؐ نے چالیس سال تک نہایت پاکیزہ زندگی بسر کی عرب کے تمام باشندے آپ کی صداقت نیکی اور خلق کے رہین منت تھے۔ دوست اقارب اور اجنبی سب آپ سے محبت رکھتے تھے اور آپ کا احترام کرتے تھے۔ آپ کے اخلاق کریمانہ شرافت نفس اور صداقت تمام حجاز میں ضرب المثل کے طور پر مشہور تھی آپ کی بیوی خدیجہ کی دولت آپکی معاش کے لئے کافی تھی۔ آپ عاجزی اور تواضع کی زندگی بسر کرتے تھے اور ہر وقت اس خیال میں مستغرق رہا کرتے تھے کہ اپنی قوم کو جہل و نادانی اور خرافات کی تاریکی سے نکال کر راہ ہدایت وصواب پر لائیں آپ کے نزدیک حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ خدا کے نبی تھے اور آپ کا یہ اعتقاد نہایت مستحکم تھا لیکن مسیحیت اور یہودیت کے بعض عقائد کو

پسند نہیں کرتے تھے۔ اور اُن سے قلبی بیزاری[1] کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔

حضرت محمدؐ نے ابتداءِ عمر میں شہر سے تعلقات کم کر کے ایک پہاڑ میں جو مکہ کے قریب ہی واقع ہے گوشہ نشینی کر لی تھی۔ جہاں آپ عبادت کیا کرتے تھے۔ دورانِ عبادت میں آپ کا دینی شعور اضافہ پذیر ہوتا تھا۔ اور آخر عبادت کرتے کرتے آپ اس نتیجہ پر پہنچے کہ عربی قبائل میں نہ کوئی دینی قوت ہے اور نہ انھیں اس امر کا شعور ہے کہ راہِ ہدایت کیا ہے نہیں ایام میں جبکہ آپ عبادت کیلئے پہاڑ میں جایا کرتے تھے ایک دن آپ کو سخت اضطراب لاحق ہوا کہ آپ اس کو ضبط نہ کر سکے اور آبادی سے نکل کر پہاڑ میں داخل ہوئے جہاں آپ کو نیند آگئی اور آپ نے خواب[2] میں ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ اے محمدؐ تو نبی ہے خدائے واحد کی معرفت پھیلانا اور لوگوں کو راہِ ہدایت دکھانا تیرا منصب ہے۔ جب آپ سے غفلت دور ہوئی تو آپ گھبراہٹ اور اضطراب کی حالت میں مکان پر آئے چند ہفتوں کے بعد پھر ایک ایسا ہی خواب اور دیکھا جس میں ہاتف نے ندا دی تھی کہ تو نبی ہے اور اپنے فرائض انجام دے۔

اس خواب کے بعد آپ نے بغیر کسی تردد کے لوگوں کو معرفت خدا کی دعوت دی اور اس امر کا ارادہ مستحکم کر لیا کہ دنیا کو گمراہی سے نکال کر راہ راست پر لاؤں گا۔ اور بت پرستی کی آلائش سے دنیا کو پاک کروں گا۔ حضرت محمدؐ کی رسالت کی تصدیق ابتداءً غرباء نے کی۔ ابوبکرؓ علیؓ اور زید بھی چند روز بعد اسلام میں داخل ہوئے۔ ابوبکرؓ حضرت محمدؐ کے ایک سچے دوست اور زبردست مددگار ثابت ہوئے۔ اکثر مورخین عرب کا اس پر اتفاق ہے کہ سب سے پہلے ابوبکرؓ ایمان لائے اور خدیجہ کو ایمان نصیب ہوا۔

ابتداءِ اسلام میں حضرت محمدؐ نے اپنے قبائل کے طرز پر تبلیغ کا کام شروع کیا اور تمام بڑے بڑے لوگوں کو گھر پر بلا کر اپنی رسالت و نبوت کا اعلان کیا قبائل کے لوگ اس آواز سے ناآشنا تھے۔ نبوت و رسالت کا نام سن کر سخت خفا ہوئے اُن کا خیال تھا کہ یہ دعوت

[1] حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسیحیوں اور یہودیوں کے اُن عقائد سے بیزاری ظاہر فرماتے تھے کہ جو درحقیقت نفس پرست پادریوں نے ایجاد کئے تھے اور جو گمراہی کی طرف لیجانے والے تھے۔ فی نفسہٖ اصلی توریت اور انجیل کے منزل من اللہ ہونے میں حضور نے اختلاف نہیں فرمایا (زاہد القادری) [2] نزول وحی کے واقعہ کو مضمون نگار نے خواب لکھا ہے اصلیت یہ ہے کہ جب حضور اقدس صلعم پر پہلی مرتبہ وحی نازل ہوئی تو آپ پر اضطراب کی کیفیت طاری ہو کر غشی بھی پیدا ہو گئی تھی (زاہد القادری)

کسی تجارتی یا جنگی معاملہ کے مشورے کے متعلق ہوگی لیکن خلاف امید نبوت و رسالت کا اعلان سُنکر تمام لوگ برہم ہو گئے اور آپ کے چچا وغیرہ نے کہا کہ کیا اسی کام کے لئے تو نے ہم کو بلایا تھا۔ غرض تمام لوگ خفا ہو کر واپس چلے گئے۔ اس کے بعد آپ نے کھلے طور پر اپنی رسالت کا اعلان کیا اور اہل عرب کی ان خرابیوں کو بیان کیا جن میں وہ ملوث تھے ان کے بتوں کو بیکار اور ان کے خیالات کی گمراہی اُن پر عیاں کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تمام قبائل عرب آپ سے متنفر ہو گئے اور آپ کو سخت الفاظ سے یاد کرنے لگے۔

قبائل عرب نے باہمی قرار داد سے حضرت محمدؐ کی تعلیم کو اپنے لئے ایک خطرناک شئے قرار دیا اور آخر نفرت بڑھتے بڑھتے اس درجہ پر پہنچ گئی کہ تمام عرب آپ کی جان کا دشمن ہو گیا۔ لیکن بایں ہمہ کسی کو اتنی جرأت نہ ہوئی کہ آپ پر قاتلانہ حملہ کر سکے کیونکہ اس قسم کا حملہ کرنے میں فساد کا اندیشہ اور شقاق کی زیادتی کا خطرہ تھا۔ نبوت کے ابتدائی دو سالوں میں آپ پر صرف تینتالیس شخص ایمان لائے جن میں زیادہ حصہ فقراء اور غلاموں کا تھا ابوبکرؓ کے ایمان لانے سے آپ کو بڑی تقویت حاصل ہوئی۔ ابوبکرؓ نے مسلمان غلاموں کو اپنے مال سے خرید کر آزاد کیا اور حضرت محمدؐ کی حفاظت کے لئے بہت سی چیزیں خریدیں۔ ایسی حالت میں قبائل عرب نے حضرت محمدؐ کے چچا ابوطالب سے کہا کہ تم اپنے بھتیجے کو اس قسم کے خیالات کی اشاعت سے روکو کہ اس کے خیالات کا قریش پر خصوصاً اور دوسرے قبائل پر عموماً بُرا اثر پڑ رہا ہے۔ ابوطالب نے آپ کو نصیحت کی کہ اس قسم کے خیالات سے باز رہو۔ حضرت محمدؐ نے جواب میں فرمایا کہ چچا! تم اگر میرے دائیں جانب آفتاب اور بائیں جانب ماہتاب بھی قائم کر دو تو میں اپنے دعویٰ اور تبلیغ سے باز نہ رہوں گا اور اس وقت تک برابر اپنا کام جاری رکھونگا جب تک کہ میرا خدا مجھے کامیاب اور فتحمند نہ بنا دے یا میں خود اس میں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ ابوطالب سے یہ فرما کر آپ باہر نکلنا ہی چاہتے تھے کہ ابوطالب نے آپ کو روک کر کہا کہ بھتیجے! تو اپنی نبوت کے اعلان کو بے خوف و خطر سُنا اور جس تعلیم کو پھیلانا چاہتا ہے پھیلا میں آئندہ کسی قسم کی مزاحمت نہ کرونگا۔

سنہ ۶۱۷ء میں خدیجہ کا انتقال ہوا۔ اور چند ہفتہ بعد ابوطالب نے بھی آپ سے دائمی مفارقت کی۔ ان کی وفات کے بعد حضرت محمدؐ کے تعلقات مکہ سے تقریباً ختم ہو گئے کیونکہ یہی وہ ہستیاں تھیں جن کی قوت و مدد سے حضرت محمدؐ مکہ میں بے خوف و خطر تبلیغ اسلام

فرماتے تھے۔

خدیجہ اور ابو طالب کی وفات کے بعد آپ مدینہ چلے گئے جہاں تھوڑے ہی عرصہ میں بہت سے لوگ آپ پر ایمان لائے۔ ایمان لانے والوں کی پاکبازی قابل تقلید تھی۔ ان لوگوں کو اسلام کی تعلیم مساوات نے بھائی بھائی بنا دیا تھا۔ اور آپس میں کسی قسم کا امتیاز نہ تھا بلکہ سب ایک ہی درجہ میں تھے۔ نہ سردار کا بحیثیت اسلام کوئی خاص اعزاز تھا اور نہ عام لوگوں کا۔ امتیاز نہ خاندان وقبائل کی شرافت کا کوئی خاص درجہ تھا نہ حسب ونسب کا تفاخر پایا جاتا تھا۔ مسلمانوں کی جماعت میں مساوات کی بڑی پابندی تھی اسلام سے پہلے عربوں میں جو غصہ۔ کینہ۔ حسد اور انتقام کے عیوب تھے اسلام نے ان سب کو دور کر دیا تھا۔ اور سب اس طرح ملکر رہتے تھے کہ گویا یہ سب ایک جان ہیں۔ حضرت محمدؐ کے متبعین انصار اور اہل مکہ میں کئی مذہبی لڑائیاں ہوئیں جن میں مخالفوں کو ہمیشہ شکست اور انصار محمدؐ کو کامل فتح نصیب ہوئی اور آخر ایک دن آپ معہ اپنی جماعت کے فاتحانہ طور پر مکہ میں داخل ہوئے۔ مکہ میں داخل ہو کر آپ نے ایام جاہلیت کے تمام بتوں کو مکہ سے پھینک دینے کا حکم دیا اور منادی کیگئی کہ خدا کے نزدیک تمام انسان مساوی ہیں اس کے بعد حضرت محمدؐ نے اہل مکہ سے کہا کہ وہ اپنے خاندانی بتوں کو بھی جو ان کے گھروں میں ہوں توڑ دیں اہل مکہ نے اس بات کو خوشی سے قبول کر لیا اور تمام بتوں کو توڑ ڈالا کیونکہ وہ اپنے بتوں کی قوت کے ضعف کو دیکھکر ان سے بددل ہو چکے تھے۔

حضرت محمدؐ نے وفات سے پہلے آخری حج کعبہ کیا اس کے بعد آپ مکہ دوبارہ نہ آسکے اس حج میں آپ نے مسلمانوں کو جمع کیا اور اسلام کے متعلق بہت سی نصیحتیں کیں آخر میں کہا۔

اے مسلمانو! امن کی زندگی بسر کرنا۔ ایک دوسرے کے مددگار اور بھائی بنکر رہنا کینہ اور قدیم خیالات انتقام کو دل میں جگہ نہ دینا کسی کا خون ناحق نہ بہانا۔ اس قسم کی نصیحتیں آپ نے غلاموں اور عورتوں کو بھی کیں اور آخر میں کہا میں نے تمہیں وہ سب کچھ پہنچا دیا جس کے لئے میں خدا کی طرف سے تمہارے پاس بھیجا گیا تھا۔

حج سے واپسی کے چند ماہ بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔ آپ کی وفات ۸ جون ۶۳۲ء میں تریسٹھ سال کی عمر میں ہوئی وفات سے پہلے آپ نے اپنے تمام غلاموں کو آزاد کر دیا تھا

محمد دین اسلام کے نبی ہیں آپ نے ان بت پرستوں کو ہدایت دی جو دن رات لڑتے اور جھگڑتے رہتے تھے خون بہانا جن کے نزدیک کوئی بات ہی نہیں تھی جو اپنے معبودوں کے سامنے انسانوں کی قربانیاں کرتے تھے۔ ایسے لوگوں میں محمد نے نور ایمان پیدا کیا۔ ان کی بصارت میں روحانی روشنی پہنچائی اور اعلان کیا کہ خدا کے نزدیک تمام انسان برابر ہیں کسی کو کسی پر فوقیت نہیں۔

افسوس لوگوں نے خدا کے نیک بندوں کی پیروی کو چھوڑ دیا۔

"ٹالسٹائی"

محمدؐ صاحب کی زندگی

یہ مضمون ہربرٹ دائل کی کتاب "گریٹ ٹیچر" سے لیا گیا ہے ہربرٹ دائل یورپ کے زبردست محقق ہیں جنہوں نے بڑی تحقیقات کے بعد یہ کتاب لکھی ہے (زاہد القادری)

حضرت مسیح سے چھ سو سال بعد شام اور عرب کی اخلاقی حالت نہایت خراب ہو گئی تھی اور چونکہ حضرت مسیح کا عجیب و غریب اثر مغرب کی طرف منتقل ہو گیا تھا اس لئے عرب جیسے بڑے ملک میں ایک پیغمبر بھیجا گیا جس نے نہ صرف امن و امان اور انصاف قائم کیا بلکہ خوفناک بت پرستی کا بھی سدباب کر دیا۔ عرب میں عورتوں اور مردوں کو بتوں کی بھینٹ چڑھایا جاتا تھا اور ذرا ذرا سی بات پر شدید لڑائیاں چھڑ جاتی تھیں۔ اخلاق و عادات کی خرابیاں پختہ ہو گئی تھیں کہ ۲۹۔ اگست ۵۷۰ء کو مکہ میں یہ پیغمبر پیدا ہوا۔ پیدائش سے چند ہفتے قبل ان کے والد کا انتقال ہو گیا تھا اور چند ہفتے بعد ان کی والدہ بھی اپنے خاوند کے ساتھ قبر میں جا سوئیں اور یتیم بچے کو دادا کے سپرد کر گئیں جب یہ یتیم بڑا ہوا تو امید کے موافق وہ نہایت خاموش تھا اور ارد گرد کے لوگ نہایت محبت کی نظر سے اسے دیکھتے تھے۔ اسی زمانہ میں دادا کا بھی انتقال ہو گیا۔ اور پھر محمدؐ صاحب کی پرورش اور نگرانی کی ذمہ داری ابو طالب کے سپرد ہوئی۔ لڑکپن اور جوانی کا زمانہ بغیر کسی واقعہ کے بسر ہوا سوائے اس کے کہ تجارت کے سلسلہ میں آپ کو شام جانا پڑا جہاں وہ اپنے خراب زمانہ کے ہر واقعہ کا نہایت عمیق نظروں سے مطالعہ کرتے تھے ۲۴ برس کی عمر میں انہوں نے خدیجہؓ سے شادی کی جن کے لئے وہ شام میں تجارت بھی کرتے تھے۔ خدیجہ نے تمام

معاملات میں انہیں ایسا وفادار پایا۔ باعتبار زندگی انہیں ایسا کفایت شعار سچا اور امین دیکھا کہ ۲۵ سال کی ان دونوں کی گرہستی زندگی دنیا کی شادیوں میں آئیڈل سمجھی جاتی ہے
بظاہر اُن کی زندگی خاموش تھی اردگرد کے لوگ محمد صاحب کو "الامین" کہکر پکارتے تھے جب وہ مکہ کے بازاروں میں چلتے تھے تو بچے انہیں آکر چمٹ جاتے تھے کیونکہ انہیں محمدؐ صاحب کی محبت کا یقین تھا۔ غریب اور مصیبت زدہ لوگ بھی مشورہ حاصل کرنے کی غرض سے آپ کی خدمت میں آتے تھے۔ اسی زمانہ میں حضرت محمدؐ اکثر اوقات جنگل میں ایک غار میں رہنے کی غرض سے جاتے اور وہاں عبادت اور غور و فکر میں مہینوں صرف کر دیتے تھے اور اُس اندرونی آواز پر بھروسہ کرنے سے ڈرتے تھے جو انہیں "سچائی" کی تبلیغ کرنے پر آمادہ کرتی تھی۔ وہ خیال کرتے تھے کہ میں کیسے پیغمبر بن سکتا ہوں؟ کیا انسانی کمزوری تو مجھے ایسا کرنے کے لئے نہیں ابھارتی؟

اسی حالت میں ایک رات کو جبکہ وہ زمین پر لیٹے ہوئے تھے آسمان سے روشنی چمکی اور ایک نورانی شکل نیچے آتی ہوئی نظر پڑی جس نے کہا

"اٹھ۔ تو خدا کا نبی ہے۔ اپنے پروردگار کا نام لیکر پڑھ"

محمدؐ صاحب نے سوال کیا کہ میں کیا پڑھوں؟

اس کے بعد فرشتے نے رسول کو تلقین کی اور ان بڑی دنیاؤں کا ذکر کیا جس میں ہم رہتے ہیں۔ نہ صرف اس دنیا کا بلکہ آسمان اور فرشتوں کی مخفی دنیاؤں کا اور ساتھ ہی خدا کی وحدانیت بتائی جس کی وجہ سے یہ تمام دنیا منور ہے۔ نیز اس بڑے کام کا تذکرہ کیا جو محمد صاحب کو اس دنیا میں پورا کرنا تھا۔

یہی وہ عجیب و غریب واقعہ تھا جس نے محمد صاحب کی زندگی کو بالکل بدل دیا۔ اس سے پیشتر وہ صرف "الامین" تھے مگر اب رسول ہیں جیسا کہ تم نے دوسرے بڑے آدمیوں کی زندگی میں پڑھا ہے۔ تم یہ بات دیکھو گے کہ اکثر حالتوں میں آسمان سے اسی قسم کا فرشتہ نازل ہوتا ہے تاکہ پیغمبروں کی رہنمائی کرے اور سچا راستہ دکھلانے پر ہمت افزائی کرے اس لئے کہ ہماری دنیا کی نگرانی اور دیکھ بھال ایسی زندہ طاقت کے ہاتھ میں ہے جو اپنے پیغمبر اس دنیا میں ضرورت کے وقت بھیجا کرتی ہے۔

محمدؐ صاحب اٹھے اور جلدی جلدی خدیجہ کے پاس گئے اور اُن کے زانوؤں

پر گر کر کہا :-

"میں کون ہوں ؟ میں کیا ہوں ؟" وفادار بیوی کی خاموش آواز کہتی ہے کہ "نہیں" تو سچا ہے اور وفادار ہے۔ تو نے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی ..... خدا اپنے وفادار بندوں کو دھوکہ نہیں دیا کرتا اس نورانی شخص کی آواز کی پیروی کر اور جس کام کے لئے تجھے بلایا جاتا ہے اس کی تعمیل کر۔

اس طریقہ سے وفادار بیوی نے ان کی ہمت بندھائی اور خود بھی ایمان لے آئیں اس کے چند قریبی رشتہ دار ایمان لائے لیکن ابو طالب نے جو آپ کے چچا اور زندگی بھر آپ کے محافظ رہے آپ کے پیغام کو نہیں تسلیم کیا۔ اگرچہ ان سے پہلے علیؑ ایمان لے آئے تھے۔ تین خاموش سالوں تک محمد صاحب نے تبلیغ کی اور اس تمام کوشش کا یہ نتیجہ نکلا کہ صرف ۳۰ آدمی ایمان لائے۔ اس کے بعد انھوں نے اپنا پہلا وعظ پبلک میں کیا۔ اور خدا کی وحدانیت کا ذکر کیا۔ اور انسان کے بھینٹ چڑھانے۔ شراب خواری اور ہر ناپاکی کی برائیاں بیان کیں۔ رفتہ رفتہ اور لوگ بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے لیکن ساتھ ہی مخالفت بھی زور شور کے ساتھ شروع ہو گئی۔ آپ کے مریدوں کو زبردستی چھین لیا جاتا تھا اور انواع واقسام کی اذیتیں دی جاتی تھیں لیکن وہ کچھ محمدؐ صاحب پر ایسے فدا تھے کہ وہ اپنی جانوں سے بڑھکر ان سے محبت رکھتے تھے ایک شخص جسے ہر قسم کی تکلیفیں دی جا رہی تھیں یہ پوچھا گیا کہ وہ یہ بات پسند نہیں کرتا کہ وہ آرام سے اپنے گھر ہو اور محمد اس کی جگہ ہوں مرتے ہوئے آدمی نے جواب دیا

"خدا کی قسم میں اپنے گھر میں بیوی بچوں کے ساتھ اس وقت بھی رہنا پسند نہیں کرونگا اگر میرے آقا محمد کے ایک کانٹا بھی چبھ جائے"

محمدؐ صاحب سے ان لوگوں کی محبت اس قدر زیادہ تھی۔

رفتہ رفتہ اہل عرب کا جور وظلم اس قدر بڑھ گیا کہ ابتدائی مسلمان ملک کے دوسرے حصوں میں بھاگ کر جانے لگے تاکہ وہ وہاں جا کر کسی محفوظ پناہ میں رہیں لیکن جہاں کہیں بھی وہ گئے اپنے محبوب رسول اور ان کی تعلیم کی یاد ان کے دل میں رہی۔

اب پیغمبر صاحب پر بھی تاریک دن آنے شروع ہو گئے۔ ظلم اس خوفناک

درجہ تک پہنچ گیا کہ سوائے ایک کے باقی سب مسلمان دوسری سمتوں میں چلے گئے
محمد صاحب کے چچا ابو طالب نے آپ سے اپنا کام چھوڑ دینے کے لئے اصرار کیا۔ لیکن
آپ نے اس قسم کی کوئی بات نہیں سُنی اور کہا۔

"اگر وہ سورج کو میرے دائیں ہاتھ پر رکھدیں اور چاند کو بائیں ہاتھ پر تو بھی
میں اپنے کام سے باز نہ آؤں گا۔ یقیناً میں اس کام سے اس وقت تک نہیں ہٹوں گا
جب تک خدا دین روشن کو ظاہر نہ کرے یا میں خود ہی اس کوشش میں جان نہ دیدوں"

چچا کی گفتگو سے محمد صاحب کا دل ٹوٹ جاتا ہے اور وہ رنج و افسوس کی حالت میں
اپنا کمبل اوڑھکر چلنے ہی کو ہوتے ہیں کہ اُن کے چچا یہ کہکر ٹھہراتے ہیں۔

ٹھیرو ٹھہرو! جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو آزادی سے کہو خدا کی قسم میں تمہارا ساتھ
کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ تمہیں کبھی نہیں چھوڑوں گا۔

یہ الفاظ ہیں اس چچا کے جو محمد صاحب کے پیغام کو تسلیم نہ کرنے کے باوجود ان
کی ذات اور اُن کے مشن سے اس قدر مانوس تھے۔

لیکن اب پیشتر سے بڑھکر نازک زمانہ آپ پر آتا ہے اُن کے چچا کا انتقال ہوجاتا
ہے اور اسی سال ان کی پیاری بیوی خدیجہ بھی اس جہان فانی سے گذر جاتی ہیں جو
نہ صرف سب سے پیشتر ان پر ایمان لائی تھیں بلکہ ہر کام میں عقلمند مشیر بھی تھیں۔ ان دو ادمیوں
کی موت سے محمد صاحب بالکل تنہا رہجاتے ہیں مسلمانوں میں اسی سال کو "رونے کا
سال" (عام الحزن) کہتے ہیں۔

صرف اُن کے ساتھ وفادار ابوبکرؓ اور علیؓ مکہ میں رہجاتے ہیں۔ ان کو دشمن
ان کو قتل کرنیکی کوشش کرتے ہیں لیکن وہ محصور مکان کی کھڑکی سے بچکر نکل جاتے
ہیں اور مکہ سے راہ فرار اختیار کرتے ہیں اسلام میں مکہ چھوڑنے کا سال ہجری کہلاتا ہے۔

غار کی تنہائی اور دشمنوں کی آمد کے خیال سے بوڑھے ابوبکرؓ کانپتے ہوئے
کہتے ہیں "ہم فقط دو ہیں"

محمدؐ صاحب نے کہا "ہم دو نہیں ہم تین ہیں اس لئے کہ خدا بھی ہمارے درمیان
تیسرا ہے وہ مکہ سے مدینہ جاتے ہیں جس کو ہجرت کہتے ہیں جہاں محمد صاحب کو بہت سے
انصار مل جاتے ہیں نو مسلموں کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی ہے اور وہ سلطنت کے بادشاہ

بنا دیئے جاتے ہیں۔ یہاں سے محمد صاحب کا پبلک کام شروع ہوتا ہے۔ اب اُن کے لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ خاموش زاہد کی سی زندگی بسر کریں۔ نہیں۔ برخلاف اس کے انہیں ہزاروں انصار کی رہنمائی کرنی اور ان کا مستقبل سوچنا ہے۔

مکہ سے آپ کے دشمن آپ کا تعاقب کرتے ہیں اور وہ چھوٹی سی فوج جمع کرکے ان کا مقابلہ کرنے کی غرض سے نکلتے ہیں۔ دشمن کی تعداد نہایت زیادہ ہے مگر انھیں مشہور و معروف فتح ہوتی ہے اور باوجود فتح عظیم کے محمد صاحب کا کیرکٹر یہ رہتا ہے کہ صرف دو آدمی قتل کئے جاتے ہیں اور اپنے زمانہ کی رسم کے خلاف قیدیوں سے بہترین مہربانی کا سلوک کیا جاتا ہے مسلمان انھیں روٹی دیتے تھے اور اپنے لئے کھجوریں رکھتے تھے۔

اس کے بعد دس سال کی کشمکس کا زمانہ آتا ہے اور اس اثناء میں سینکڑوں لوگ آپ کے ارد گرد جمع ہوجاتے ہیں میرے خیال میں تم مشکل سے اندازہ کر سکوگے کہ محمد صاحب لوگوں کے دلوں کو مسخر کرنیکی کس قدر طاقت رکھتے تھے۔ اور یہ کہ ارد گرد کے لوگ اُن سے کس قدر محبت رکھتے تھے اور آج بھی مسلمان اُن سے کس قدر محبت و عقیدت رکھتے ہیں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ لڑائی ہوئی اور محمد صاحب کو بہت بڑی فتح حاصل ہوئی مال غنیمت تقسیم کیا گیا اور وہ لوگ جنھوں نے محمد صاحب کا زیادہ ساتھ دیا تھا انھیں کچھ بھی حصہ نہ ملا چنانچہ وہ محمد صاحب کے پاس شکایت لیکر آئے۔ محمد صاحب نے اس طرح سے انہیں مخاطب کیا:۔

"اے انصار! جب میں تمہارے درمیان آیا تھا تم تاریکی و ضلالت میں بھٹک رہے تھے اور خدا نے پھر تمہیں سیدھا رستہ دکھایا تم آپس میں لڑ رہے تھے اور پھر اُس نے تمہارے دلوں کو برادرانہ محبت و الفت سے بھر دیا۔ مجھے جواب دو کہ کیا ایسا نہ تھا۔

انصار نے جواب دیا کہ یہ بالکل صحیح ہے اور خدا اور اُس کے نبی ہی کے لئے مہربانی ہے محمد صاحب نے کہا:۔

خدا کی قسم! تم یہ جواب دے سکتے تھے کہ جب تو ہمارے درمیان آیا تھا لوگ تجھ پر یقین نہیں کرتے تھے اور ہم نے تجھ پر یقین کیا تو بیکس مہاجر کی حیثیت میں آیا اور ہم نے تیری امداد کی۔ اے انصار! تم اس زندگی کی چیزوں کے لئے اپنے دلوں کو کیوں پریشان کرتے ہو؟ کیا تم اس امر سے مطمئن نہیں ہو کہ دوسرے آدمیوں کو گلے اور اونٹ ملیں اور تم اس طرح سے اپنے گھروں کو لوٹو کہ میں بھی تمہارے درمیان ہوں؟ اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری

جان ہے میں تمہارا ساتھ کبھی نہیں چھوڑوں گا اگر تمام دنیا کے لوگ ایک طرف چلیں اور انصار دوسری طرف تو میں یقیناً انصار کا ساتھ دونگا"

جنگجوؤں پر اس تقریر کا ایسا گہرا اثر ہوا کہ وہ خوب روئے یہانتک کہ آنسو اُن کی ڈاڑھیوں پر گرنے لگے اور انھوں نے ہم آواز ہو کر کہا۔

"اے خدا کے نبی! ہم اپنے حصہ سے خوش اور مطمئن ہیں۔

۸ جون ۶۳۲ء کو اس زندگی کا آخری نظارہ دکھائی دیتا ہے۔ محمد صاحب اس قدر کمزور ہو گئے ہیں کہ اکیلے کھڑے بھی نہیں ہو سکتے لیکن علی اور دوسرے صحابی آپ کو مسجد میں لیجاتے ہیں۔ وہ یہ پوچھنے کے لئے آواز بلند کرتے ہیں کہ کوئی شخص ایسا تو نہیں ہے جس کے ساتھ انہوں نے سختی کی ہو یا جس کا انھیں کچھ دینا ہو۔ ایک شخص چھوٹی سی رقم کا مطالبہ کرتا ہے جو اُسے فوراً ادا کر دیجاتی ہے اس کے بعد دعا کے الفاظ دھیمے ہوتے جاتے ہیں یہانتک کہ آواز بالکل نہیں سنائی دیتی اور محمد صاحب اس جسم فانی کو چھوڑ کر اعلیٰ اور زیادہ روشن دنیاؤں میں اپنا کام کرنے کی غرض سے چلے جاتے ہیں۔

"ہربرٹ وائل"

محمد صاحب کے اخلاق

ذیل کا مضمون جناب مسز اینی بسنٹ صاحبہ نے لکھا ہے جس میں پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو بعض معترضین نے اعتراضات کئے ہیں دلائل و براہین کے ساتھ اُنکی تردید کی ہے (زاہد القادری)

ہندوستان میں محمد صاحب کی امت کثیر تعداد میں ہے یہاں سات کروڑ ہندوستانی اُن کو خدا کا خاص رسول مانتے ہیں دنیا کے مذہبوں میں اسلام کو وہ درجہ نہیں ملتا ہے جو اس کو ملنا چاہیئے۔ مذہب کے لحاظ سے اکثر اس پر بیجا حملے ہوتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ محمد صاحب کی بزرگی اور اعلیٰ تعلیم سے لوگ ناواقف ہیں۔

مغرب میں اسلام پر حملے ہوتے ہیں کہ اسلام تکلیف دہ اور نا ترقی پذیر مذہب ہے اسلام نے عورتوں کو وہ رتبہ نہیں دیا ہے جیسا کہ ان کو ملنا چاہیئے اور اسلام سائنس اور قوت ذہنی کی ترقی کیطرف کچھ بھی متوجہ نہیں ہے۔ یہ تین حملے ہیں جو مغرب کے رہنے والے اسلام پر کیا کرتے ہیں۔ میں یہ ثابت کرنا چاہتی ہوں کہ محمد صاحب کی تعلیموں پر دھیان دینے سے یہ حملے

بیجا اور ناحق ٹھہرتے ہیں اور اسلام نے جو خدمتیں دنیا کی کی ہیں وہ صاف ان حملوں کو رد کرتی ہیں۔ یہ سچ ہے کہ آجکل اسلام دنیا کے سامنے اعلیٰ تعلیم اور دنیاوی ترقی کا کوئی نمونہ پیش نہیں کر سکتا لیکن یہ اسلام کی تعلیم کا قصور نہیں بلکہ اس کے اصولوں پر نہ چلنے کا نتیجہ ہے ہم اس لئے اسلام سے ویسا ہی کرتے اور مذہبوں کی طرح شکوہ ہے۔

اسلام دنیا کے اور مذہبوں سے ایک اہم امتیاز رکھتا ہے یعنی بانی اسلام کے تاریخی واقعات میں کوئی ایسا افسانہ نہیں ہے جیسا کہ دنیا کے دیگر بزرگان دین کی تواریخ میں پایا جاتا ہے۔ محمد صاحب ساتویں صدی عیسوی میں پیدا ہوئے اور ان ممالک میں زندگی بسر کی جن کی پوری تواریخ موجود ہے۔

تاریخ صاف ظاہر کرتی ہے کہ کس شان سے محمد صاحب کی سوانح عمری روشنی سے مقابلہ کرتی ہے اور کیسے جاہل وہ لوگ ہیں جو ان پر حملے کرتے ہیں۔ زیادہ تر لوگ ان کی سوانح عمری سے کچھ بھی واقفیت نہیں رکھتے جو از حد سادہ بہادرانہ اور شریفانہ ہے جو تاریخی بزرگوں کی ایک جلیل القدر سوانح عمریوں میں سے ہے۔ محمد صاحب ایسے پر آشوب زمانہ میں پیدا ہوئے جو فتنوں اور مشکلوں سے گھرا ہوا تھا اور ایسی قوم میں جن میں توہمات نہایت برے نتائج پیدا کر رہے تھے۔ اُن کی شہادت سے جو محمد صاحب کے پیرو ہوئے اور جو اُن کے زمانہ میں زندہ تھے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے لوگوں کی زندگی کیسی بری تھی تاہم وہ تاریکی میں نور کے مانند دکھائی دیتے ہیں اور اُن کی زندگی اس قدر نیک اور پاکیزہ پاتے ہیں کہ یہ وجہ ہماری سمجھ میں آجاتی ہے کہ کیوں خدا نے اُن کو اپنا پیغمبر چنا۔ مکہ کے مرد عورت لڑکے اُن کو **الامین** (یعنی قابل اعتماد شخص) کے نام سے پکارتے تھے اور ہمیں اس نام سے زیادہ اور اعلیٰ کوئی دوسرا نام نہیں ملتا ہے۔ ان کی بابت تحقیق ہے کہ جب وہ بازار میں نکلتے تھے تو لڑکے اپنے گھروں سے دوڑ دوڑ کر آتے اور اُن کے ہاتھوں اور پیروں سے لپٹ جاتے تھے جس ایسے شخص میں یہ دونوں صفتیں پائی جائیں یعنی بچوں کا پیارا اور قابل اعتماد کہلانے کا استحقاق وہی شخص ہیرو پیدائشی سردار اور مرشد دین ہو۔

یہ ایک اہم واقعہ ہے کہ پندرہ برس محمد صاحب نے غور و فکر سوچ بچار اور دنیاوی کشاکشی میں گذارے اور بعدہ کچھ زمانہ صحرا کی تنہائی میں بسر کیا اور اُن خیالات سے مقابلہ کرتے رہے جو پہلے اُن پر غالب آجایا کرتے تھے اور وہ روحانی قوتوں کی پکار سے سہم جاتے تھے۔ یہ واقعہ

قابل غور ہے کہ ایک رات جب وہ غار حرا سے واپس آئے اور جب فرشتے نے اُن کو اُن سے کہا کہ "اے رسول خدا اٹھو جاؤ لوگوں کو ہدایت کرو" تو وہ کانپے ڈرے نہ نہیں سوچنے لگے کہ میں کون ہوں کہ رسول خدا بنکر جاؤں۔ تب اُن کی بی بی نے انھیں ہمت دلائی اور کہا "حکم الٰہی کی اطاعت ضرور ہے ڈرو مت کیا تم الامین نہیں ہو؟ اللہ اس شخص کو ہرگز دھوکا نہیں دیتا جس پر لوگ اعتماد کرتے ہیں" اس سے بڑھکر اُن کے پیغمبر ہونیکی کیا شہادت ہوسکتی ہے تب محمد صاحب اپنے پیغام کو بجا لانے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُن کی وہ پیاری بیوی جو اُس زمانے کی اشرف النسا تھیں اور ۲۶ سال سے اس سنہائے عالم کی زوجیت میں تھیں اُن پر پہلے ایمان لائیں۔

کہتے ہیں کہ پیغمبر کی قدر اپنے وطن میں نہیں ہوا کرتی ہے لیکن محمد صاحب اپنے وطن اور جدی مکان میں بے قدر نہیں تھے اُن کے رشتہ داروں کے دلوں میں اُن کی وقعت تھی اور وہ لوگ اُن کے پہلے پیروؤں میں سے ہوئے پہلے اُن کی بی بی اور تب اُن کے اقربا اور بعدہٗ احباب اُن پر ایمان لائے۔ تین سال کی کامل محنت کے بعد تیس شخصوں نے اُن کو پیغمبر مانا۔ اُن کی زندگی نہایت سادہ اور کفایت شعار تھی وہ اپنے جوتے خود مرمت کرتے اور اپنے لباس میں خود پیوند لگاتے حتیٰ کہ اپنے آخری دنوں میں جبکہ ہزاروں بندگان خدا اُن کو رسول سمجھتے اور اُن کے سامنے سر تسلیم خم کرتے وہ اپنے آپ درزی اور موچی تھے یہ تھی محمد صاحب کی سادہ شریفانہ اور پاکیزہ زندگی!

ایک روز محمد صاحب ایک دولتمند شخص سے باتیں کر رہے تھے کہ ایک اندھے نے بہ آواز بلند کہا اے رسول خدا مجھے راہ نجات بتا۔ پیغمبر صاحب نے نہیں سنا چونکہ وہ ایک امیر آدمی سے بات کر رہے تھے۔ پھر اُس اندھے نے زور سے کہا "اے رسول خدا مجھکو نجات کا راستہ دکھا۔ پیغمبر صاحب خفا ہوئے اور منہ پھیر لیا۔ صبح کو وحی آئی جو ہمیشہ کے لئے قرآن مجید میں اُن کی ایمانداری اور انکساری کے ثبوت میں درج رہیگی تاکہ سب یاد رکھیں۔

"پیغمبر نے خفا ہو کر منہ پھیرا چونکہ ایک اندھا پاس آیا۔ اور تم نے کیسے جانا کہ وہ اپنے گناہوں سے نجات نہیں حاصل کریگا وہ ہدایت پائیگا اور اُس سے فائدہ نہیں اٹھائیگا دولتمند کی تو عزت کرتا ہے اور جو تیرے پاس نجات کا ملتجی ہو کر آتا ہے اور خدا ترس ہے

اس کو تو پھٹکارتا ہے۔ تم کو ایسا کرنا ہرگز لازم نہیں ہے"

شاید ہی کوئی شخص اتنا دلیر ہوگا جو ایسی سخت تنبیہ کو مشتہر کرے لیکن محمد صاحب ایسے سچے بزرگ تھے کہ اس کے بعد جب کبھی اُس اندھے سے ملاقات ہوتی تو اٹھ کھڑے ہوتے اور اس کی تعظیم کرتے اور کہتے کہ مرحبا تمہاری ہی وجہ سے میرے خدا نے مجھے تنبیہ کی وہ اتنے بڑے شخص تھے کہ ذرا سی غلطی و نامہربانی کا بھی فوراً اعتراف کرتے تھے اور وہ شخص جو اُن کی تنبیہ کا باعث ہوا وہی ان کا عزیز و محترم بنا اور یہی وجہ ہے کہ ہر شخص اُن سے محبت رکھتا تھا۔

آپ کے پیرو جو آپ سے ہر طرح واقف تھے اس درجہ آپ سے محبت رکھتے تھے جو دنیا کی مذہبی تاریخ میں سب سے زیادہ دلگداز ہے۔ آپ کے پیروں کو غائت درجہ کی ایذائیں دی گئیں وہ لوگ عرب کے تپتے ہوئے ریت پر لٹائے گئے ان پر پتھروں کے انبار لگائے گئے خشک لبوں کو تر کرنے کے لئے قطرہ بھر پانی سے محروم رکھا گیا اُن کے جسم پرزے کئے گئے تاہم ان لوگوں نے اپنے پیغمبر کی اطاعت سے منہ نہ موڑا۔ اُن میں سے ایک شخص کا گوشت ٹکڑے ٹکڑے کرکے ہڈی سے علیحدہ کیا گیا اور ایسی جان کنی کی حالت میں اس سے پوچھا گیا کہ کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ پیغمبر تمہاری جگہ پر ہوں اور تم آرام سے مکان پر رہتے۔ وہ جاں بلب یوں بولا کہ "خدا شاہد ہے کہ میں کبھی گوارا نہیں کر سکتا کہ میں اپنے بال بچوں اور دھن دولت کے ساتھ مکان پر رہوں اور ہمارے پیغمبر کو ایک کانٹا بھی چبھایا جائے ان باتوں سے آپ کو معلوم ہو سکتا ہے کہ آپ کی امت آپ پر کس قدر فدا تھی۔

اس سے پُردرد کوئی واقعہ نہیں ہو سکتا جو ایک جنگ کے بعد ہوا۔ ابتدا کی ایک لڑائی میں آپ کے سپاہیوں کی فتح ہوئی اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا محمد صاحب نے اُس کی تقسیم کی اور اپنے اقربا کو جو ابتدا ہی سے آپ کے زیادہ مددگار تھے کچھ حصہ نہیں دیا اس پر وہ رنجیدہ خاطر ہوئے اور دبی زبان سے شکایت کرنے لگے تب آپ نے اُن کو اپنے پاس بلوایا اور کہا۔

مجھے معلوم ہے جو تم لوگوں میں گفتگو ہوئی جب میں تم لوگوں میں آیا تم تاریکی میں بھٹک رہے تھے خدا نے تمہیں سیدھی راہ بتلائی تم لوگ دکھی تھے اُس نے تمہیں سکھی بنایا۔ تم میں نفاق تھا اُس نے تمہارے دلوں کو برادرانہ محبت سے بھر دیا۔ تم کو فتح دی

کہو کیا یہ سچ نہیں ہے؟ اُن لوگوں نے کہا، بیشک آپ کا کہنا سچ ہے خدا اور پیغمبر کی بخشش اور مہربانی ہے۔ تب پیغمبر نے کہا، واللہ تم نے یہ کہا ہوتا اور سچ کہا ہوتا اور میں اس کی خود تصدیق کرتا کہ میں تمہارے پاس مثل دغابازوں کے راندہ ہوا آیا اور تم مجھ پر ایمان لائے میں بے پناہ بھگوڑے کی طرح آیا اور تم نے ہماری مدد کی میں بے کس اور ناکس تھا اور تم نے پناہ دی میں بےچین تھا اور تم نے راحت دی، کیوں تم دنیا کی چیزوں کیلئے متردد ہوتے ہو؟ کیا تمہارے لئے یہ تشفی بخش نہیں ہے کہ دوسرے لوگ مال غنیمت لیں اور تم مجھ کو لیکر اپنے گھروں کو واپس جاؤ۔"

یہ بیان کیا گیا ہے کہ پیغمبر کے ان الفاظ پر اُن لوگوں کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل پڑے اور ان لوگوں نے کہا کہ ہاں! اے پیغمبر خدا ہم اپنے حصہ سے خوش ہیں اس قدر لوگ اُن سے محبت رکھتے تھے اور کیوں؟ چونکہ محمد صاحب نے اُن کو روشنی بخشی جو جہالت کی تاریکی میں تھے۔ آپ کے پیروؤں کی شہادت کہ وہ لوگ کیا تھے اور آپ کی تعلیم سے کیا ہوگئے صفحۂ تاریخ پر درج ہے۔ ہم اندازہ کرسکتے ہیں کہ لوگوں کا آپ کے متعلق بحیثیت پیغمبر کے کیا خیال ہوگا جبکہ ان کی تعلیم سے ان لوگوں کے دلوں پر نور الٰہی کا پرتو پڑا۔ ان لوگوں کی ایک درخواست اب تک موجود ہے۔

ہم لوگ بت پرست ناپاک زندگی بسر کرنے والے مردہ کھانے والے گالیاں بکنے والے تھے۔ ہم انسانی محسوسات سے بیگانہ اور مہمان نوازی و فرائض ہمسایہ سے ناآشنا تھے۔ ہم جس کی لاٹھی اُس کی بھینس کے سوا دوسرا قانون نہیں مانتے تھے اس وقت خدا نے ہم میں ایک ایسا شخص پیدا کیا جس کی پیدائش سچائی، ایمانداری اور پاکیزگی سے ہم واقف تھے اُس نے ہم کو خدا کی وحدانیت بتائی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنے سے منع کیا بت پرستی سے منع کیا سچائی، ایمانداری اور رحم کی تعلیم دی اور اپنے پڑوسیوں کے حقوق کی پاسداری سکھائی۔ عورتوں کی بدگوئی اور یتیموں کا مال غصب کرنے سے منع کیا۔ برائیوں سے دور رہنے بدی سے بچنے عبادت کرنے خیرات دینے روزہ رکھنے کا حکم دیا ہم آپ پر ایمان لائے اور ہم نے ان کی تعلیموں کو قبول کیا۔

ایکدفعہ محمد صاحب نے چند مسلمانوں سے اکابہ کی قسم لی۔ اس قسم کا لینا کسی زمانہ قدیم کی بات نہیں ہے جبکہ مورخ نہیں تھے بلکہ ساتویں صدی کا واقعہ ہے جس وقت مستند

تواریخ قلم بند ہوتی تھی۔ یہ عہد قابل غور ہے جو پیغمبر کے پیروؤں سے لیا جاتا تھا "ہم لوگ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرینگے نہ چوری زناکاری حرام کاری کرینگے اور اپنے بچوں کو مار ڈالنے اور غیبت سے پرہیز کرینگے اور شکھ نہ کھینگے اُن کی وفاداری سے منہ نہیں موڑینگے۔"

یہ وعدہ ہے جس کا ہر لفظ ان لوگوں کی حالت ظاہر کرتا ہے جن کو پیغمبر صاحب نے ترقی دی۔ یہ بھی قابل غور ہے کہ کن کن چیزوں سے پرہیز کرنے کے لئے وعدہ لیا جاتا تھا کس قسم کا وعدہ وہ منظور کرتے تھے اور کس طرح کا قول وقرار اپنے پیروں سے لیتے تھے دیکھئے کس دانشمندی کے ساتھ اُس زمانہ کی ضرورتوں کے موافق ان کی اخلاقی تعلیم ہوتی تھی۔

یہاں پر میں آپ کو یہ دکھلانا چاہتی ہوں کہ ان جاہل لوگوں میں پیغمبر صاحب نے ایک اعلیٰ قسم کے اخلاق کی مستحکم بنیاد ڈالی۔ ان کی خیرات کی تعلیم پر غور کیجئے دیکھئے کہ اس کی کیا تعریف کی ہے۔ ہر شخص سمجھتا ہے کہ بھیک دینا یا غریبوں کو پیسہ دینا خیرات ہے۔ اتنی ہی نہیں بلکہ پیغمبر صاحب کی تعلیم ہے کہ ہر بھلا کام خیرات ہے۔ بھائیوں کو دیکھکر خوش ہونا ہمجنسوں کو نیکی کرنے کی نصیحت دینا۔ بھولے بھٹکوں کو رستہ بتلانا۔ اندھوں کی مدد کرنا۔ سڑکوں پر سے پتھر کانٹوں کو ہٹا دینا۔ پیاسوں کو پانی پلانا یہ سب خیرات ہے۔

اس قدر عملی اور سادہ اُن کی تعلیم ہے اس قدر اعلیٰ اُن کی تشریح اُن فرائض کی ہے جو ایک انسان کو دوسرے انسان کے ساتھ ادا کرنا واجب ہے۔ اسی طرح نیک کرداری کے متعلق پیغمبر صاحب فرماتے ہیں "عبادت کے وقت پورب یا پچھم رُخ کرنا نیک کرداری نہیں ہے بلکہ وہ شخص نیک کردار ہے جو خدا روز قیامت فرشتوں کتب مقدس اور پیغمبر پر ایمان رکھتا ہے جو خدا کی راہ پر ہمجنسوں یتیموں حاجتمندوں۔ اجنبیوں اور سائلوں کی مدد کرتا ہے اور قیدیوں کو آزاد کرنے کے لئے روپے خرچ کرتا ہے جو ہمیشہ عبادت وخیرات کرتا ہے جو اپنے وعدوں کو پورا کرتا ہے اور جو مصیبت مشقت تشدد کے زمانے میں صابر رہتا ہے۔"

حضرت محمد ان پڑھ آدمی تھے جس معنی میں دنیا تعلیم کو لیتی ہے بار بار اپنے کو وہ امی پیغمبر کہتے ہیں اُن کی امت القرآن کو ایک معجزہ سمجھتے ہیں چونکہ اس سے زیادہ فصیح وبلیغ عربی میں کوئی کتاب نہیں پائی جاتی اور اس سے انحضرت کے پیغمبر ہونے کا

ثبوت ملتا ہے۔ حالانکہ وہ خود اُمّی تھے انھوں نے علم کو کل چیزوں میں جسکی تمنا انسان کو ہوسکتی ہے پہلا درجہ دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

علم حاصل کرو چونکہ وہ شخص جو براہِ خدا علم حاصل کرتا ہے متقی ہے، جو علم کا چرچا کرتا ہے خدا کی عبادت کرتا ہے جو دوسروں کو نصیحت دیتا ہے خیرات کرتا ہے جو تعلیم دیتا ہے دینداری کا کام کرتا ہے علم انسان کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ ممنوع کی امتیاز کرسکے۔ علم بہشت کی راہ روشن کرتا ہے علم بیابان میں دوست تنہائی میں ہمنشین جدائی میں یار ہے، علم خوشی کی راہ دکھاتا ہے اور مصیبت میں غمگسار ہے علم دوستوں کی مجلس میں زیور اور دشمنوں کے مقابلہ میں زرہ ہے۔ علم سے خدا کا بندہ نیکی اور عزت کے عالی مدارج پر پہنچتا ہے اس دنیا میں بادشاہوں کا ہمنشین ہوتا ہے اور اس دنیا میں کمال راحت پاتا ہے۔

یہ معلم جن کے لئے ہزاروں نے جانیں دیدیں قدردانی کی صحیح انداز سے یوں فرماتے ہیں کہ عالم کی روشنائی شہید کے خون سے زیادہ بیش قیمت ہے۔ یہ جملہ سنہرے حروف میں ہر مسلمانی مدرسے کی دیواروں پر لکھا رہنا چاہیئے چونکہ اسلام کے بچے ہمیشہ خوشی کے ساتھ شہید ہونے کے لئے پل پڑتے ہیں لیکن آخر چند صدیوں میں ان لوگوں نے عالموں کی قدر کچھ نہیں کی ہے حالانکہ اب زمانہ بہت جلد بدل رہا ہے۔

حضرت علیؑ پیغمبر صاحب کے داماد علم کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ علم کی ماہیت دل کو منور کرتی ہے۔ صداقت اس کا خاص مقصد ہے۔ الہام اس کا رہنما اور عقل اس کو قبول کرنے والی ہے۔ خدا اس کا ملہم ہے اور آدمی کے الفاظ اس کو ظاہر کرنے والے ہیں

علم کی اہمیت کی بلند خیالی نے سارا سینس کا فلسفہ اور مورس کے سائنس کی بنیاد ڈالی۔ اسلام پر یہ الزام لگائے جاتے ہیں کہ یہ ترقی پذیر نہیں ہے اور مسلمان بہ نسبت دیگر اقوام کے علم اور سائنس کی کم قدر کرتے ہیں ایسے معترض اگر تواریخ نظر انداز نہیں کرتے ہوں تو اُن کو حال کے تنزل کی وجہ مذہب کے علاوہ کوئی اور بات تلاش کرنی چاہیئے جو حضرت علیؑ نے اس بنیاد پر جو محمد صاحب نے خود ڈالی تھی ایک عالیشان عمارت تعمیر کی اور ان

سلہ اسلام کے پیرو جو اُن ملکوں میں رہتے ہوں جو بسے پچھم ہیں ۱۲

سلہ شمالی افریقہ کے باشندے اُن کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔

تعلیم کو پھیلانا شروع کیا جس نے سو برس تک ملک عرب میں نشو و نما پا کر اپنی زبردست روشنی سے یورپ کو چکا چوندھ کر دیا جس کو مورس نے اسپین[1] تک پہنچایا اور عیسائی دنیا میں علم کو دوبارہ زندہ کیا۔ اسلام ہی نے عرب اور مصر میں بغداد اور کیرو کے کالجوں میں نیو پلاٹونک[2] فلسفہ کی بے بہا دولت کو بچا کر جبکہ عیسائی گبر سمجھکر نفرت سے روکتے تھے۔ یورپ والوں کو ان کے مصرف کے لئے سپرد کیا۔ پیغمبر ہی کی تعلیم سے علم کی قدر ہونے لگی جس سے ان کی امت کا ایک گروہ ملک عرب میں تحصیل علم میں مصروف ہوا اور دوسرے گروہ نے مشرق و مغرب میں فتح کی تلوار ہاتھ میں لیکر اسلام کی عظیم الشان سلطنت قائم کی طلبا سائنس و فلسفہ کی تحصیل میں مشغول رہے اور سپاہیوں نے لڑ لڑ کر سلطنت حاصل کی اسلئے ہمیشہ فتح کی تلوار کے پیچھے علم کا چراغ روشن ہوتا تھا فاتحوں کے قدم بقدم سائنس اور فلسفہ چلتے تھے۔ پہلے پہل افریقہ کے شمالی حصوں میں اسلام کے پیرو پہنچے اور اپنا جھنڈا بلند کیا تب افریقہ سے اسپین میں آئے اور وہاں مورس سلطنت قائم کی یونیورسٹیوں کی بنیاد ڈالی اور یورپ کے ہر گوشے سے طلبا وہاں جمع ہونے لگے چونکہ اس وقت عیسائی ملکوں میں سائنس کا قدم تک نہ پہنچا تھا علم کیمیا کا نام و نشان تک نہ تھا علم نجوم و ہندسہ معدوم ہو چکے تھے فاتح موروں نے علم کا چراغ روشن کیا حتی کہ پوپ سلویسٹر دوئم اپنی جوانی میں کارڈوا[3] کی یونیورسٹی میں اقلیدس و ہندسہ کا درس لے رہا تھا اور یہ دیکھکر جاہل پادریوں کے دل میں دہشت پیدا ہوتی تھی۔

مورس نے یورپ میں سائنس اس طور پر پھیلایا۔ ان لوگوں نے علم ہندسہ ہندوؤں اور یونانیوں سے اخذ کیا[4] دوسرے[5] ڈگری کا یکولیشن کو ٹریگنومیٹری یکولیشن دبائی نومیل[6] تھیورم نکالے اور سائین و سائین[7] ایجاد کئے پہلا دوربین بنایا ستاروں کی رفتار پر غور کیا دنیا کی پیمائش کی ایک نئے قسم کی معماری و موسیقی کی بنیاد ڈالی حکمت سے کھیتی کرنا سکھلایا صنعت و حرفت کو سب سے اعلی درجہ کی ترقی دی۔

ان چیزوں کو صرف یورپ ہی میں نہیں پھیلایا بلکہ ہندوستان بھی مغلوں کی شاہزا

---

[1] یورپ کا ایک ملک ہے جو فرانس کے دکھن واقع ہے۔

[2] اس فلسفہ کا بانی پلوٹنس تھا جو تیسری صدی عیسوی میں گذرا تھا وہ یہ کہتا تھا کہ ارسطو یا سقراط فلسفہ اور مشرقی تصوف ایک ہی طرح کا ہے [3] اسپین کا ایک شہر ہے۔ [4] [5] [6] [7] متفرق قسم کے حساب ہیں۔

معماری سے واقف ہے جن کے متعلق یہ صحیح بیان کیا گیا ہے کہ وہ دیوں کی طرح عمارت بناتے اور جوہریوں کی طرح مکمل کرتے تھے ہند کے فنِ معماری میں چند بہت ہی تعجب وہ کامیابیاں مسلمانوں کو حاصل ہوئیں اور ہندوستان ان خزانوں سے مالامال ہوا جنسے آج کے مسلمان بچوں نے اس کے گود کو بھرا۔ ان کا اثر ہندو معماری میں بھی موجود ہے چونکہ کوئی ہنر کسی مذہبی یا قومی حدود میں مقید نہیں رہ سکتا۔

یہ دلچسپ بات ہے کہ عیسائی پادری سائنس کی طرف سے بہت بدگمان تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ سائنس کو مسلمانوں نے یورپ میں پھیلایا اور اس واسطے عیسائی سائنس کو گمراہ کرنے والا اور اپنے مذہب کا دشمن سمجھتے تھے اور اس کو نفرت و دہشت کی نگاہ سے دیکھتے تھے جس شخص نے ان جملوں کو پڑھا ہوگا کہ جو چیز عیسائی ملکوں میں پیغمبر صاحب کے نام پہ لائی گئی ہوگی وہ ضرور ان لوگوں کے لعنت کا مرکز بنی ہوگی۔ ان صدیوں میں عیسائی سائنس سے اس قدر نفرت رکھتے تھے کہ سائنس کی حق باتوں کو لوگ جان پہ کھیلکر اور آزادی کو خطرہ میں ڈالکر بولتے تھے آخرش عیسائیوں نے مور لوگوں کو بیرحمی کے ساتھ اسپین سے نکالدیا اور تب یہ زمانہ دراز کا جھگڑا ختم ہوا لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ اسپین اپنی افتخار کی بلندی سے گر گیا۔

انہی صدیوں میں اسلام کے باریک بین موجودات کے عالم اور فلسفی پیدا ہوئے جن پر آجتک دنیا کو ناز ہے۔

ان لوگوں نے فلسفہ کو جو یونان کا مایۂ زندگانی تھا اور ہندوں کا ویدانت سے دوبارہ زندہ کیا اور یورپ تک پہنچایا۔ اسلام کے علما کی تصنیفات میں وہی شاندار علم حقائق اشیا پایا جاتا ہے جو ویدانت کا مایۂ ناز ہے یہ بھی ایک وجہ موجودہ زمانہ میں ہندوستان کے ہندو اور مسلمان کے درمیان اتفاق کی ہے یہ فلسفہ اور علم حقائق اشیا دونوں قوموں میں یکساں ہے اور ان کی اونچی بلندی پر مسلمان عالم اور ہندو اجارح برادرانہ محبت سے بغلگیر ہو سکتے ہیں۔

اس موقع پر میں ایک امر میں مسلمانوں کو ملامت کرونگی کہ یہ علم موجودات تمہاری ملک ہے تمہاری جاگیر ہے ساری دنیا کے لئے بیش قیمت ہے تم کیوں نہیں عربی سے اس کا ترجمہ کرتے ہو کہ دنیا مستفیض ہو سکے۔ جب میں نے اس کو پڑھنا چاہا تو مجھے یہ عربی

زبان یا زمانۂ وسطیٰ کے پادریوں کی لاطینی زبان میں ملی۔ آخر بہت تلاش کے بعد اس کے ترجمہ کے چند جزء کا فرانسیسی زبان میں ملی (دیکھو یہ فرانسیسی اسلام کے ان خزانوں کی کیا قدر کرتے ہیں) اور تب پڑھنے کے بعد اس کو میں نے ایسی چیز پائی جس سے میں واقف تھی اس قدر یہ فلسفہ ہندوں کے فلسفہ سے مشابہ۔ ان کتابوں کے ترجمے سے مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان اتفاق کی بنیاد قائم ہوگی یہ دونوں اقوام فلسفہ اور علم موجودات میں اپنے کو یکساں پائیں گے گو رسوات میں جداگانہ۔ دوسری بات یہ ہے کہ اُن کے ترجمہ ہو جانے سے اسلام کی سچی وقعت دنیا پر روشن ہو جائیگی جیسا کہ ویدانت کے ترجمہ سے ہندو مذہب کی قدر ہونے لگی ہے۔ یورپ اسلام کے اس علم کو قبول کرے گا اور عزت دیگا اور اسلام پر سے یہ الزام دور ہو جائیگا کہ اسلام جہالت کی پاسداری کرتا ہے۔

اب دیکھئے کہ اسلام کا برتاؤ عورتوں کے ساتھ کیسا ہے اسلام پر عام طعنہ یہ ہے کہ اسلام تبلاتا ہے کہ عورتوں کو روح ہی نہیں ہے۔ یہ بات یقیناً غلط ہے۔ القرآن فرماتا ہے۔ "جو شخص برائی کرتا ہے سزا پاتا ہے اور سوائے خدا کے کوئی حامی اور مددگار نہیں ہوگا۔ لیکن جو شخص نیک کردار اور مومن ہے مرد ہو یا عورت وہ بہشت میں جگہ پائیگا۔ اور اُس کے ساتھ ذرہ بھی بے انصافی نہیں ہوگی۔ سچے پارسا صابر انکسار سخی روزہ دار پاکدامن خداترس مومن مرد ہو یا عورت اُن کے لئے خدا نے معافی اور ایک بڑا انعام طیار کیا ہے وہ عورت یا مرد جو کچھ کام کرتا ہے اُس کے کام کو میں ضائع ہونے نہیں دونگا۔ تم میں سے ایک دوسرے سے ہے" پس مرد اور عورت نے مذہبی باتوں میں برابری کا درجہ پایا ہے۔

لیکن یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کرنا روا رکھا ہے اور یہ سچ ہے مگر دو باتوں پر خیال رکھنا چاہیئے اوّلاً تاریخی۔ اسلام جن لوگوں کو ترقی دینے کے لئے پھیلا وہ لوگ نکاح کے مسئلہ کو زیادہ تر نظر انداز کیا کرتے تھے اور پاکدامنی کی اُن کے نزدیک کچھ بھی وقعت نہ تھی۔ ایسے لوگوں کو یہ حکم دینا کہ ایک مرد ایک ہی عورت سے شادی کیا کرے بالکل بیکار ہوتا ہے۔ رفتہ رفتہ اصلاح ہونا ممکن تھا اور اس لئے محمد صاحب عقلمندی اور دور اندیشی کے ساتھ پہلے اُن کی ازدواجانہ زندگی کو ایک باقاعدہ دائرہ میں لائے کہ ایک مرد صرف چار بیبیاں رکھ سکتا ہے تب رفتہ رفتہ کثیر الازدواجی کو دور کرنے کے لئے یہ حکم دیا کہ ایک شوہر اسی وقت دوسری بی بی کو نکاح میں لا سکتا ہے

جبکہ وہ اپنی ہر دو بیویوں کے ساتھ ہر طرح سے یکساں سلوک کر سکتا ہو۔ محمد صاحب کی تعلیم اس نتیجہ کی طرف راجع ہے اور تعلیم یافتہ مسلمان کثیر الازدواجی کو چھوڑتے جارہے ہیں۔ کم از کم ہندوستان میں تو یہ ظہور ہو رہا ہے دوسرے ملکوں کی مجھے خبر نہیں۔

دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ مہذب ملکوں میں مرد و عورت کے درمیان موجودہ تعلق کس طرح کا ہے اس میں شک نہیں کہ ایک مرد کا ایک عورت کے ساتھ سچا اور پاک تعلق ہونا بعض ملکوں میں بہتر سمجھا جاتا ہے لیکن عموماً کسی ملک میں عملی طور پر رائج نہیں دیکھا جاتا اسلام کثیر الازدواجی کو روا رکھتا ہے عیسائی مذہب اس کو منع کرتا ہے لیکن چشم پوشی کے ساتھ۔ ظاہراً تو مغرب میں ایک ہی عورت سے نکاح کرنے کا رواج ہے لیکن حقیقتاً ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنا اور بری الذمہ رہنا رائج ہے۔ جب مرد بیزار ہو جاتا ہے تو عورت نکالدی جاتی ہے اور وہ رفتہ رفتہ کسبی کا پیشہ اختیار کرنے پر مجبور ہوتی ہے چونکہ اُس کے پہلے عاشق پر آئندہ کی کوئی ذمہ داری نہیں تھی اور وہ عورت اُس سے سوگنا بدتر ہے جس کو کثیر الازدواج مکان میں پناہ ملتی ہے۔ جب ہم رات کے وقت مغربی شہروں کی سڑکوں پر ہزاروں مصیبت زدہ عورتوں کو ادہر ادہر کھڑی دیکھتے ہیں تو یہ ضرور حس کرتے ہیں کہ مغربی لوگوں کا منہ نہیں ہے کہ اسلام کو کثیر الازدواجی کے لئے قصوروار ٹھہرائیں عورتوں کے لئے یہ زیادہ مناسب اور زیادہ خوشی و عزت دینے والی ہے کہ کثیر الازدواج مکانوں میں اپنے خاوند کے ساتھ زندگی بسر کریں اور جائز لڑکوں سے اپنی گودوں کو بھریں بہ نسبت اس کے کہ کسی مرد کے فریب میں آکر زنِ بازاری بنیں حرامی لڑکوں کو لئے ماری ماری پھریں نہ کوئی خبر گیر ہو نہ کوئی پناہ دینے والا اسیرات راہی بٹوہی کی شکار بنیں۔ ماں ہونے کے ناقابل ہو جائیں اور خلق خدا اُن سے نفرت کرے۔

یہ سوسائٹی کے لئے فائدہ مند ہے کہ ایک ہی عورت سے شادی کرنا مثالیہ ہو عوام اس کو حق سمجھیں اور عیاشوں کے دل پر اس کا اثر ہو اور وہ پاک بنیں لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ ایک ہی عورت سے شادی کرنے کا رواج وہاں عمل میں ہے جہاں ایک جائز بی بی ہو اور پوشیدہ کئی ناجائز۔ سوسائٹی کی نظر میں مشرق کی تسلیم

شدہ کثیر الازدواجی بمقابلہ مغرب کی ناتسلیم شدہ کثیر الازدواجی کے نیچا درجہ نہیں پا سکتی اور مشرق کی عورتوں کی عزت اور راحت مغربی عورتوں سے زیادہ محفوظ ہے۔

علاوہ اس کے قانوناً بھی اسلام نے عورتوں کے ساتھ بہتر سلوک کیا ہے اس زمانہ قریب تک انگریزی قانون کی رو سے بیاہی عورتوں کی جائداد ضبط ہو جاتی تھی (گویا شادی ایک شدید جرم تھا) اور ان کا اپنے بچوں پر بھی کوئی حق نہیں رہتا تھا۔ اسلامی قانون کی رو سے ان کی جائداد اچھی طرح محفوظ رہتی ہے اور یہ بھی قابل غور ہے کہ اسلامی ملکوں میں بحیثیت حکمران و مدبر کے عورتوں نے کتنا زیادہ حصہ لیا ہے۔

لیکن کہا جاتا ہے کہ اسلام ایذا رسان ہو یہ تلوار کے زور سے پھیلا تھا۔ افسوس اگر اسی بات پر فیصلہ ہے تو بہتیرے مذہبوں کو ایذا رسانی و خونریزی قبول کرنی پڑیگی۔ اسلام کے پیروؤں نے پیغمبر کی تعلیم کو اپنے ہاتھ میں ویسی ہی کر لیا ہے جیسا کہ دیگر مذہب والوں نے القرآن میں کوئی تعلیم ایذا رسانی کی اتنا بے رحمانہ نہیں ہے جتنی کہ توریت میں پائی جاتی ہے اور جس کو عیسائی خدا کا کلام مانتے ہیں گو اس کی پیروی نہیں کرتے۔ محمد صاحب بار بار فرماتے ہیں کہ بس ایک ہی مذہب ہے یعنی اسلام لیکن اسلام سے ان کا مطلب راضی برضائے خدا رہنا ہے اور وہ قدیم زمانے کے کل بزرگوں کو اسلام کے پیرو بتلاتے ہیں ہر مذہب کا شخص راضی برضائے خدا رہنا اپنا فرض سمجھتا ہے اور اسلام کے معنی جیسا کہ پیغمبر فرماتے ہیں یہی ہے اور اسی معنی میں ہر سچا مذہب اسلام ہے اور جو شخص راضی برضائے مولی رہتا ہے اسلام کا سچا پیرو ہے۔ پھر سنئے کہ القرآن کیا کہتا ہے۔

پیغمبروں میں کوئی فرق نہیں ہو۔ ہر پیغمبر خدا فرشتوں حدیثوں اور رسولوں پر ایمان رکھتے تھے ہم لوگ رسولوں میں فرق نہیں تبلاتے۔ کہو کہ ہم لوگ خدا پر اور جو کچھ اس نے ہم لوگوں کے پاس بھیجا ہے اور جو کچھ اس نے ابراہیمؑ اسمٰعیلؑ اسحاقؑ یعقوبؑ اور دوسری قوموں پر نازل کیا تھا اور جو کچھ حضرت موسیٰؑ و عیسیٰؑ اور خدا کے پیغمبروں کے پاس پہنچایا تھا ان سبھوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کے درمیان کوئی فرق نہیں سمجھتے ہیں وہ لوگ جو خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ان میں فرق نہیں سمجھتے ہیں ان کو ہم انعام دینگے اور خدا رحمان و رحیم ہے۔

یہ سچ ہے کہ انہوں نے حکم دیا ہے کہ کافروں کو قتل کرو لیکن وہ کافر کے یہ معنی

بتلاتے ہیں کہ جو حق پرست نہ ہو، ایسے دو احکام ہیں، کافروں کو قتل کرو، اور کافروں کو قتل کرو جب وہ تم پر حملہ کریں اور تم کو اپنے مذہبی فرائض ادا کرنے سے روکیں، اور مسلمان مجتہدین کا یہ مستند فیصلہ ہے کہ جب ایک حکم بلا شرط ہو اور وہی حکم پھر بالشرط ہو تو بالشرط حکم پہلے حکم کی تشریح و تجدید کرتا ہے۔ علاوہ اسکے حضرت محمدؐ صاحب کافروں کے متعلق یہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ تمہاری مخالفت کرنے سے باز آئیں تو جو کچھ گذر چکا ہو تم کو معاف کرنا لازم ہے اور یہ بھی فرماتے ہیں:-

لوگوں کو خدا کی راہ پر عقلمندی اور نرمی سے نصیحت دیکر لاؤ۔ ان کے ساتھ غایت التفات سے گفتگو کرو چونکہ خدا واقف ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹکتا ہے اور کون راہ حق پر ہے۔ مذہب میں ظلم و ستم روا مت رکھو۔ اگر وہ اسلام قبول کرتے ہیں تو ضرور وہ حق پر ہیں لیکن اگر وہ اس سے منحرف ہیں تو حقیقتاً تمہارے ذمہ صرف نصیحت کرنا ہے۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ بعض تقریر جواب عام سمجھی جاتی ہے پیغمبر نے جنرل کی حیثیت سے ٹھیک جنگ کے قبل اپنے سپاہیوں کو کثیر التعداد دشمن کے خلاف ہمت دلانے کے لئے کی تھی جو وہ عمل میں لایا کرتے تھے اُس کو ضرور اُن کے احکام کی تشریح سمجھنا چاہئیے اور ہم لوگ یہ جانتے ہیں کہ محمدؐ صاحب نے لڑائی کے قیدیوں کو مار ڈالنے کا عام رواج اٹھا دیا اور اپنے پیرؤں کو تعلیم دی کہ گرفتار شدہ دشمنوں کے ساتھ غایت مہربانی سے پیش آؤ۔

اس کے آگے پھر ہم یہ پاتے ہیں کہ مباحثہ کبھی تلخ اور سخت لفظوں میں نہیں ہونا چاہئیے۔ "اُن کے بتوں کو گالیاں مت دو جس کو وہ خدا کے علاوہ پرستش کرتے ہیں تاکہ وہ بھی لاعلمی اور رنجش سے خدا کو گالیاں نہ دیں تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے ایک قانون اور ایک کھلی راہ دی ہے اور اگر خدا چاہتا وہ ضرور تم کو ایک قوم بنا دیتا لیکن یہ مناسب سمجھا ہے کہ تم کو متفرق قوانین عطا کرے تاکہ تم کو ان باتوں میں آزمائے جو تم پر نازل کیا ہے اس واسطے ایک دوسرے سے نیکی کرنے میں بڑھنے کی کوشش کرو تم سب خدا ہی کے پاس واپس جاؤ گے اور تب وہ تم سے مطالبہ کریگا جن باتوں میں تم نے اختلاف کیا ہے۔

گمراہوں کو راہِ ہدایت دکھلانیکے بعد یہ مقدس بزرگ ۸ جون ۶۳۲ء کو دنیا سے عالم بالا میں چلے گئے۔ "اینی بسینٹ"

محمد صاحب کی شخصیت

"مسٹر اسٹینلی لین پول" یورپ کے مسلم الثبوت محقق ہیں آپ نے "اسپیچیز آف محمد" میں حضرت پیغمبر اسلام صلعم کی شخصیت کے متعلق حسب ذیل خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ (ز اہد القادری)

محمد صاحب کی شخصیت رحم و شجاعت دونوں کا مجموعہ ہے وہ اکیلے برسوں تک اپنے ہموطنوں کی نفرت کا مقابلہ کرتے رہے۔ محمد صاحب اتنے خلیق تھے کہ ہر ایک سے محبت کے ساتھ ملتے۔ اگر کوئی شخص ہاتھ ملاتا تو دوسرے شخص کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ خود پہلے کبھی علیحدہ نہ کرتے۔ وہ غیروں کے ساتھ شفقت کرتے۔ ان کی بے ریا دوستی وہمدردی عظیم فیاضی۔ شجاعت دلیالت بیشک مستحق تعریف ہے۔ محمد صاحب پر ظلم۔ عیش پرستی، اور مکاری کے الزامات عائد کئے جاتے ہیں لیکن تحقیق کی بنا پر ہم کہنا چاہتے ہیں کہ یہ سب بے سرو پا ہیں۔

جب آپ مکہ پر دس ہزار آدمیوں کے ساتھ حملہ آور ہوئے اور مکہ والے مغلوب ہوگئے تو محمد صاحب کے لئے یہ وقت خونخواری دکھانے اور تمام شرارتوں کا بدلہ لینے کا تھا۔ آپ کو اذیتیں اور صدمہ پہنچانے والے آپ کے قابو میں تھے اور پوری طرح اُن سے انتقام لیا جا سکتا تھا۔ لیکن آپ نے قریش کے تمام قصور معاف فرما دیئے اور فوج اس قدر سکوت و امن کے ساتھ شہر کے اندر داخل ہوئی۔ گویا کوئی نئی بات نہ تھی نہ کوئی گھر لوٹا گیا۔ نہ کوئی عورت بے حرمت کیگئی۔ نہ کسی کا خون بہایا گیا۔ ملک گیری کی تاریخ میں اس نوع کے فاتحانہ داخلہ کی کوئی نظیر نہیں مل سکتی۔

محمد صاحب نے جو سلوک مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ کیا اس پر سختی کا الزام کہا جاتا ہے لیکن اگر منصفانہ نگاہ سے اس معاملہ کو دیکھا جائے تو محمد صاحب اس الزام سے پاک وصاف نظر آتے ہیں۔ محمد صاحب صرف اسلام کے داعی ہی نہ تھے بلکہ آپ مدینہ کے حاکم بھی تھے اور شہر کے امن وحفاظت کے ذمہ دار تھے۔ بحیثیت پیغمبر ہونے کے وہ باغیوں کے قصور معاف کر سکتے تھے لیکن بحیثیت ایک ذمہ دار ہونے کے اس کو نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔ یہودی خفیہ سازشیں کر کے بغاوت پھیلانا چاہتے تھے اور محمد صاحب اس شر و فساد کو دور کرنا چاہتے تھے۔ اس معاملہ میں ان کو خونخوار

بتایا جاتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ محمد صاحب نے مطلق ظلم نہیں کیا۔ اور صرف نصف درجن یہودیوں کو جو اپنے گروہ کے سردار تھے قتل کیا گیا قتل کا جو طریقہ اختیار کیا گیا یہ تھا کہ ایک مسلمان گیا اور خاموشی سے ایک ایک یہودی کو قتل کرآیا بظاہر یہ طریقہ مکروفریب کا طریقہ معلوم ہوتا ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مدینہ میں نہ پولیس تھی اور نہ قانونی یا فوجی عدالت جو علانیہ طور سے باغیوں کو گرفتار کرکے سزا دیتی۔ علاوہ اس کے علانیہ قتل کرنے میں فتنہ و فساد کے اور بڑھ جانے کا اندیشہ تھا اس لئے ان کو خفیہ طور پر قتل کرنا عین مصلحت اور دانشمندی تھی اور اس حکمت عملی کی "انتظام قائم رکھنے کے لئے" سخت ضرورت تھی۔ یہودیوں کے تین گروہ تھے جو مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے تھے۔ ان میں سے دو گروہ کے لئے تو صرف احکام جلاوطنی صادر کئے گئے لیکن تیسرا گروہ نہایت سرکش و باغی تھا اور باشندگان مدینہ کو نہایت پریشان کیا کرتا تھا اس گروہ کو بیشک سزا دی گئی اور وہ سزا بھی خود محمد صاحب نے نہیں دی بلکہ ایک جماعت ثالث نے جس کو خود اس گروہ نے تجویز کیا تھا۔

ہم نے جہاں تک تحقیق سے کام لیا ہے محمد صاحب نے اپنی زندگی میں کسی کو نہیں مارا۔ سب سے خراب جملہ جو کبھی آپ نے استعمال کیا یہ تھا۔

"اس کو کیا ہوگیا ہے اس کی پیشانی خاک آلود ہو"

آپ کے معتقدین نے جب کبھی آپ سے بددعا کرنے کی درخواست کی آپ نے یہی جواب دیا "کہ میں بددعا کرنے کے لئے مبعوث نہیں ہوا بلکہ میں انسانوں کے لئے مجسمہ رحم و کرم بنکر آیا ہوں"

آپ بیماروں کی عیادت کو تشریف لے جاتے۔ جنازہ کے ساتھ جاتے۔ غلاموں کی دعوت قبول کرتے اپنے کپڑوں کی مرمت خود کر لیتے۔ بکریوں کا دودھ دوھتے اور اپنے کام خود اپنے ہاتھ سے انجام دیتے جن کو آپ اپنی حفاظت میں لے لیتے ان کی حفاظت نہایت وفاداری سے کرتے۔ آپکی گفتگو بہت شیریں ہوتی اور جو کچھ کھانا کھاتے اُس میں تمام حاضرین کو شریک فرما لیتے۔ بے شک محمد صاحب کی شخصیت عظیم و جلیل شخصیت تھی۔ (لین پول)

حضرت محمدؐ کے صفات

یہ مضمون مشہور مورخ و محقق "ڈبلیو آئرونگ" نے لکھا ہے مورخین کے طبقہ میں مسٹر آئرونگ کی ہر سطر معتبر اور ہر تحریر نہایت مستند سمجھی جاتی ہے اور یہی اُن کی ثقاہت کی بیّن دلیل ہے (ناصر القادری)

حضرت محمد نہایت سادہ مزاج ربفار مر تھے۔ آپ کے دماغی اوصاف غیر معمولی آپکی قوت متخیلہ اعلیٰ درجہ کی تھی۔ آپ بہت تیز فہم تھے۔ حافظہ بہت تیز اور طبیعت انکسار پسند تھی۔ گفتگو نہایت سنجیدہ قلیل الالفاظ اور کثیر المعانی ہوتی تھی جو فصاحت اور خوش الحانی سے دوبالا ہو جاتی تھی۔ بڑے پرہیزگار اور نیک تھے۔ روزے بہت رکھتے تھے لباس کی شان و شوکت کا کچھ خیال نہ تھا جو چھوٹی طبیعت کی نمود ہوتا ہے آپ جو کپڑے پہنتے تھے اکثر ان میں پیوند ہوا کرتا تھا۔ صفائی کا بہت ہی خیال تھا اور اکثر غسل کیا کرتے تھے خوشبو کے بہت شائق تھے۔ معاملہ میں بڑے منصف اپنے پرائے۔ امیر غریب۔ قوی ضعیف سب کے ساتھ یکساں انصاف برتتے۔ بڑی محبت کے ساتھ عوام الناس سے پیش آتے تھے۔ ان کی شکایتیں سُنتے تھے۔ طبیعت پر اس قدر حاوی تھے کہ خانگی زندگی میں بھی نہایت مہربان۔ بردبار اور متحمل تھے۔ محمدؐ صاحب کے خادم انسؓ کہتے ہیں کہ میں آٹھ برس کی عمر سے پیغمبر صاحب کی خدمت میں تھا لیکن کبھی کسی بات پر مجھ سے ناراض نہیں ہوئے اور کبھی نہیں جھڑکا اگرچہ مجھ سے نقصان بھی ہو جاتا تھا۔

حضرت محمد کے حالات زندگی سے ظاہر ہے کہ آپ بالکل خود غرض نہ تھے کیونکہ جنگی فتوحات سے جو غرور و تکبر خود غرضوں میں پیدا ہو جاتا ہے وہ آپ میں مطلق نہ ہوا۔ نہایت عروج اور اقتدار کے زمانہ میں بھی حضرت محمدؐ ایسے ہی سادے رہے جیسا کہ افلاس و ادبار کے زمانہ میں۔ بادشاہی شان و شوکت تو درکنار اگر کسی کمرے میں داخل ہوتے اور تعظیم کی جاتی تو آپ بہت ناپسند کرتے۔ دولت جو جزیہ و خراج اور مال غنیمت سے حاصل ہوتی تھی۔ مذہبی فتوحات اور مفلس مسلمانوں کی پرورش میں صرف ہوتی تھی۔ بیت المال ہمیشہ خالی رہتا تھا کبھی نہ بچتا تھا۔ عمرو بن الحارث کہتا ہے کہ وقت انتقال حضرت محمدؐ نے نہ کوئی درہم چھوڑا نہ دینار نہ کوئی لونڈی نہ غلام

آپ کو دنیوی آرام و راحت سے غرض نہ تھی۔ ہمیشہ نماز میں مصروف رہتے جو اسلام کی سب سے بڑی عبادت اور انسانی روح کو شفاف بنانے والی چیز ہے۔ مصیبت اور دل شکستگی کے وقت توکل پر پورا اعتماد تھا۔ آخرت کی خوشیاں خدا کے رحم پر منحصر سمجھتے تھے۔ کہا کرتے تھے اگر خدا رحم نہ فرمائے تو میں بھی بہشت میں داخل نہیں ہو سکتا اپنے اکلوتے بیٹے ابراہیم کی وفات پر بالکل صابر و شاکر رہے۔

حضرت محمدؐ اپنی موت کے وقت تک مذہبی سرگرمی میں مصروف رہے اور لوگوں کو ہدایت فرماتے رہے ایسے مستقل زہد والے شخص کو بُرا کہنا یا اُن پر مکر کا الزام لگانا بالکل غلط ہے۔

قرآن جس کے ذریعہ سے حضرت محمدؐ نے لوگوں کو دائمی ہدایت فرمائی اس کی تعلیم بلند پایہ اور پر اخلاق ہے۔

"ڈبلیو آر ونگ"

آخری پیغمبر

ذیل کا مضمون مسٹر مارکس ڈاڈ کی محققانہ تصنیف "محمد بودھ مسیح" سے لیا گیا ہے۔ مسٹر موصوف نے ان تینوں کے متعلق منصفانہ بحث کی ہے اور حضرت پیغمبر اسلام کی صداقت کا کھلے لفظوں میں اعتراف کیا ہے۔ (زاھد القادری)

محمد صاحب آخری پیغمبر ہوئے ہیں۔ آپ کا اخلاق نہایت اعلیٰ تھا آپ کی نزدیک دنیاوی وجاہت کوئی چیز نہ تھی آپ جس تہذیب و اخلاق سے ایک ریشمی ملبوس پہنے والے شخص کا خیر مقدم کرتے تھے۔ اسی طرح ایک بوسیدہ لباس والے کی عزت کرتے تھے آپ اپنے غلاموں پر نہایت مہربان اپنے مقلدین سے محبت کرنے والے اور اجنبیوں کے لیے بہت دلکش تھے۔ آپ کی خدمت میں ہر شخص باریاب ہو سکتا تھا آپ کے حالات زندگی پر محققانہ نظر ڈالنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے گرد و پیش کے لوگوں کے جذبات کا بہت خیال تھا۔ آپ کے لیے کسی سائل کو محروم واپس کرنا سخت دشوار ہوتا تھا۔ آپ ذلیل سے ذلیل شخص کی بھی دعوت رد نہ کرتے تھے۔ ہم نہایت احترام کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ آپ کی ذات سرچشمہ خیر و برکت تھی۔ زندگی کے آخر زمانہ میں جب آپ بہت کمزور ہوگئے

تو آپ کے چچا عباس نے تجویز کیا کہ آپ مسجد میں کسی مرتفع مقام پر تشریف فرما ہوں تاکہ لوگ آپ کو گھیر نہ لیں لیکن آپ نے کہا:۔

"نہیں میں اپنی عبا سمیٹ کر اس وقت تک ان لوگوں سے علیحدہ نہیں ہو سکتا جب تک خدا مجھے اُن کے درمیان سے اٹھا نہ لے"

آپ اُن متکبر انسانوں میں سے نہ تھے جو ملاقات کے وقت دو انگلیاں اور اپنی چھڑی کا سر ہلا دیتے ہیں بلکہ وہ ہمہ تن متوجہ ہو جاتے تھے اور اس وقت تک کہ ہاتھ ملانے والا ہی ہاتھ علیحدہ نہ کرتا تھا وہ مصافحہ سے اپنا ہاتھ جدا نہ کرتے تھے آپ بچوں پر بہت شفقت کرتے تھے اور جو بچے راستے میں مل جاتے تھے اُن کے سروں پر ہاتھ پھیر کر بے انتہا محبت کا اظہار فرماتے تھے۔ کوئی شک نہیں ہے کہ محمد صاحب بے مثل خلیق اور نیک ریفارمر تھے آپ کی زندگی میں صبر و شکر کا ایک عجیب موقع نظر آتا ہے آپ کے معصوم بچے ابراہیم کی موت واقع ہوتی ہے اور آپ اس چھوٹی سی نعش کو دایہ کی گود میں دیکھکر رقت انگیز لہجہ میں کہتے ہیں

"ہر ذی روح کا یہی انجام ہے صبر و شکر اختیار کرنا بہتر ہے"

ہم ان کی قابل احترام شخصیت سے محبت کرتے ہیں۔

"مارکس ڈاڈ"

اسی سلسلہ میں ہم "ڈاکٹر جی ویل" کی چند سطریں درج کرتے ہیں جو ڈاکٹر صاحب نے نبی آخر الزماں کی صداقت کے متعلق مضمون مندرجہ بالا کی تائید میں لکھی ہیں (رضا محمد القادری)

بیشک محمد صاحب نے گمراہوں کے لئے ایک بہترین راہِ ہدایت قائم کی اور یقیناً انکی زندگی نہایت پاک و صاف تھی آپ کا لباس اور آپ کی غذا بہت ہی سادہ ہوتی تھی آپ کے مزاج میں بالکل تمکنت نہ تھی یہانتک کہ وہ اپنے متبعین کو تعظیم و تکریم کے رسمی آداب سے منع فرما دیتے تھے آپ نے اپنے غلام سے کبھی وہ خدمت نہیں لی جس کو آپ خود کر سکتے تھے۔ آپ بازار جاکر خود ضرورت کی چیزیں خریدتے۔ اپنے کپڑوں میں پیوند لگاتے۔ بکری کا دودھ نکالتے اور ہر شخص سے ہر وقت ملنے کے لئے تیار رہتے وہ بیماروں کی عیادت کرتے اور ہر شخص سے مہربانی کا برتاؤ فرماتے تھے۔ آپ کی خوش اخلاقی و فیاضی اور رحمدلی غیر محدود تھی اور قوم کی اصلاح کی فکر میں ہر وقت آپ

مصروف رہتے۔ آپ کے پاس بے شمار تحائف آتے تھے۔ لیکن وفات کے وقت آپ نے صرف چند معمولی چیزیں چھوڑیں اور ان کو بھی وہ مسلمانوں ہی کا حق سمجھتے تھے

"جی - ویل"

حضرت محمدؐ اور قرآن

"یہ مدلل مضمون "گستاو لیبان" کے قلم سے نکلا ہوا ہے۔ آپ فرانس کے بلند پایہ مؤرخ اور محقق ہیں آپ نے ایک مستقل کتاب "تمدن اسلام" بھی لکھی ہے جس میں اسلامی تمدن کو بہترین ثابت کیا ہے"

(زاہد القادری)

حضرت محمد کے سوانح حیات پر محققانہ نظر ڈالنے سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے نفس پر بے انتہا حکومت تھی۔ آپ نہایت غور پسند۔ کم سخن۔ اور اپنے ارادوں میں نہایت مضبوط تھے۔ آپ کا سادہ پن تعجب انگیز تھا اس کے ساتھ ہی آپ اپنے جسم مبارک کو نہایت پاک وصاف رکھتے تھے تمام عمر میں اور اس وقت میں بھی جبکہ آپ صاحب مال ومتاع ہو گئے تھے۔ محمد صاحب نے کبھی اپنا ذاتی کام دوسرے سے نہیں لیا آپ میں محنت ومشقت اٹھانے کی بے انتہا صلاحیت تھی۔ جس درجہ آپ مستعد تھے اسی قدر صابر وشاکر بھی تھے۔ جنگ میں نہایت جری تھے خطرہ سے کبھی نہ بھاگتے۔ ساتھ ہی بے سبب اپنے کو خطرہ میں نہ ڈالتے آپ میں اس درجہ دور اندیشی تھی کہ وہ بے اندازہ تہور وجسارت جو قوم عرب میں پائی جاتی تھی آپ میں نہ تھی آپ متحمل بھی انتہا درجہ کے تھے گو کہ امی تھے مگر آپ میں اعلیٰ درجہ کی عقلمندی تھی جو ہمیں حضرت سلیمان کے اس فہم وادراک کو یاد دلاتی ہے جس کا ذکر کتب یہود میں ہے۔ اگرچہ محمد صاحب نے کئی نکاح کئے مگر یہ تعداد ازدواج حضرت سلیمان کی تعداد ازدواج سے بہت کم ہے۔

حضرت محمدؐ بے انتہا صائب الرائے تھے۔ آپ نے چاند کے دو ٹکڑے کئے آفتاب کو غروب سے عود کرایا۔ یہ کہنا کہ حضرت محمدؐ دھوکہ باز یا جادوگر تھے میرے نزدیک ایسا احمقانہ قول ہے کہ ایک منٹ کے لئے نہیں ٹھہر سکتا۔

کوئی شبہ نہیں ہے کہ حضرت محمد نے ملک عرب میں وہ نتائج پیدا کر لئے جو کوئی مذہب قبل اسلام جن میں مذہب یہود و نصاریٰ دونوں شامل ہیں پیدا نہ کر سکا۔ آپ نے وحشی

اقوام کی زبردست اصلاح کی اور بے انتہا سلوک کیا۔ اگر اشخاص کی بزرگی اور وقعت کا اندازہ اُن کے کاموں سے کیا جا سکتا ہے تو ہم کہینگے کہ حضرت محمد دنیا کے متبرک آدمیوں میں خاص فوقیت رکھتے ہیں بعض مورخوں نے تعصب مذہبی کی وجہ سے آپ کے کاموں کی پوری وقعت نہیں کی۔ لیکن فی زمانہ خود مورخین یورپ انصاف کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں چنانچہ ہمارے طبقہ کے سر برآوردہ شخص اور مستند مورخ "موسیو بارتھیلیمی سینٹ ہیلر" نہایت تحقیقات کے بعد حضرت محمدؐ کے متعلق لکھتا ہے کہ محمد صاحب اپنے زمانہ کے عربوں میں سب سے زیادہ سلیم الفہم سب سے زیادہ با خدا اور سب سے زیادہ رحمدل شخص تھے آپ نے جو کچھ حکومت حاصل کی وہ محض اپنی ذاتی فضیلت کی وجہ سے تھی جس مذہب کی آپ نے اشاعت کی وہ اُن اقوام کے لئے جنھوں نے اُسے قبول کیا ایک نعمت عظمیٰ بن گیا۔

اگرچہ "قرآن" منجانب اللہ نازل ہوا لیکن اُس کے اجزاء میں بہت کم تناسب ہے۔ عبارت تو اس کی حیرت انگیز ہے لیکن سلسلہ مضامین اور دلائل منطقی اس میں اکثر مفقود ہیں۔ "قرآن" حقیقت میں دن بدن اور وقتی ضرورتوں کے لحاظ سے نازل ہوتا رہا جبرئیل فرشتہ کی وساطت سے جب کوئی ضرورت پیش ہوتی یا کسی مشکل کا سامنا ہوتا تو خدا کا حکم بذریعہ وحی نازل ہوتا۔ وہ اشکال کو رفع کر دیتا اور یہ حکم فوراً داخل قرآن ہو جاتا۔

"قرآن" کی ترتیب محمد صاحب کے بعد ہوئی۔ قرآن میں یہود و نصاریٰ کے ساتھ ہمدردی ہے۔ یہود۔ نصاریٰ۔ اور اسلام۔ ایک ہی درخت کی تین شاخیں ہیں اسلام ایک قسم کا مذہب عیسائی ہے[1] مشکلات اور پیچیدگیوں سے نکلا ہوا ہے دنیا کے تمام مذاہب میں یہ فخر اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اُس نے پہلے پہل وحدانیت خالص کی دنیا میں اشاعت کی اسی خالص وحدانیت کی وجہ سے اسلام کی ساری سادگی اور ساری شان ہے اور یہی سادگی باعث ہوئی ہے اسلام کی قوت اور اسلام کی مضبوطی کی اسلام دلوں کے اندر اس قسم کا زندہ اور پر زور جوش ایمان پیدا کر دیتا ہے کہ پھر اُس میں مطلقاً شک اور تذبذب

---

[1] صاحب مضمون کی یہ خوش اعتقادی ہے جو وہ اسلام کو مذہب عیسائی سے نسبت دیتے ہیں ورنہ حقیقۃً اسلام کے اصول عیسائیت سے بدرجہا ارفع و اعلیٰ ہیں۔ (زاہد القادری)

کی گنجائش نہیں رہتی۔ اسلام کا ملکی اور تمدنی اثر فی الواقع بے حد و بے پایاں ہے زمانۂ جاہلیت میں عربستان کا ملک چھوٹے چھوٹے خودمختار صوبوں اور قبیلوں میں منقسم تھا جو ہمیشہ ایک دوسرے سے لڑا کرتے تھے۔ محمدؐ صاحب کے ظاہر ہونے سے ایک صدی کے اندر عربوں کا ملک دریائے سندھ سے اندلس تک پہنچ گیا تھا اور اُن تمام شہروں میں جہاں اسلامی جھنڈا پہنچا تھا ایک حیرت انگیز ترقی نظر آتی ہے اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ محمدؐ صاحب کی تبلیغ و ہدایت اور قرآن کی تعلیم علوم طبعی سے موافقت رکھتی ہے اس کا اثر یہ ہے کہ وہ انسان کے اخلاق کو نرم کرتی ہے اور انسان میں نیکی اور انصاف اور دوسرے مذاہب کے ساتھ رواداری پیدا کرتی ہے بعض لوگوں کا یہ خیال کہ اشاعت اسلام کا سبب صرف یہ ہے کہ اس مذہب میں شہوات نفسانی کی باگ ڈھیلی کر دی گئی ہے اور علاوہ اس کے یہ مذہب بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے" ہم نہایت آسانی کے ساتھ ثابت کر سکتے ہیں کہ یہ الزامات بالکل غلط ہیں "واشنگٹن" نے ایک بڑی لمبی چوڑی فہرست ان اخلاقی احکام کی شائع کی ہے جو مسلمانوں میں بطور مقولوں کے رائج ہیں بلا طرفداری اسلام یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان مقولوں سے بہتر کوئی دستور العمل انسان کو عملاً نیکی کی طرف راغب کرنے اور بدی سے محترز رہنے کے لئے رہنما نہیں ہو سکتا۔

یہ امر تاریخ سے ثابت ہو چکا ہے کہ کوئی مذہب بزور شمشیر نہیں پھیل سکتا جس وقت عیسائیوں نے اندلس کو عربوں سے جیت لیا اس وقت اس مفتوح قوم نے جان دینا قبول کیا لیکن مذہب کا بدلنا قبول نہیں کیا "چین" میں اگرچہ عربوں نے گز بھر زمین پر بھی قبضہ نہیں کیا تاہم اس وقت چینی مسلمانوں کی تعداد دو کروڑ ہے"

"چین" کے مسلمانوں کی دیانتداری مشہور ہے اُن میں حق پرستی ایمانداری کا نہایت درجہ خیال ہے اُن میں سے جو سرکاری ملازم ہیں اُن سے رعیت خوش بھی ہے اور ان کی عزت بھی کرتی ہے۔ وہ لوگ زیادہ تر تجارت پیشہ ہیں [illegible] نیک نام ہیں بڑے مخیر ہیں دوسرے مذاہب کے مقابل میں تعصب کو کام میں نہیں لاتے یہی وہ صفتیں ہیں جنھوں نے چین کے مسلمانوں کے لئے وہی حقوق پیدا کر دیئے ہیں جو اور چینیوں کو حاصل ہیں۔ وہ ملک میں عامل بھی ہو سکتے ہیں اور ہر قسم کی فوجی خدمات پا سکتے کے

بھی مجاز ہیں یہاں تک کہ وہ خود شہنشاہ کی درباری خدمات سے بھی ممتاز ہیں۔
"گستیو لیبان"

محمدؐ صاحب کا طرزِ عمل

ذیل کا مضمون آرتھر گلمین ایم۔ اے " نے لکھا ہے اور نہایت پرجوش الفاظ میں محققانہ طور پر حضرت پیغمبر اسلام صلعم کے اخلاق پر روشنی ڈالی ہے۔ (زاھد القادری)

محمد صاحب کی عمدہ خصلتوں اور نیک باتوں کی وجہ سے عرب کے وحشی لوگ بھی اُن سے بحد مانوس ہوگئے تھے۔ کیا ہم اس حالت کو تصور میں لا سکتے ہیں جو حضرت محمدؐ کی وفات کے وقت عربوں کی ہوگئی تھی کیا ہم بتا سکتے ہیں کہ اُن کی اور ان کی پیغمبری کی بابت وہ دل سے کیا کچھ عقیدت رکھتے اور عزت کرتے تھے۔ حضرت محمدؐ دس برس تک مدینہ کے لوگوں کے سامنے چلتے پھرتے رہے اور وہ اُن کی غریب وسلیم زندگی کے ہر بھید سے واقف تھے اُن کے سادہ لباس سے ان کی سادہ خوراک سے نمود نہ کرنے کی عادت سے ان کی پرہیز گاری سے ان کے تقوے سے ان کے روزے نماز سے اُن کے نیک مشورے سے اُن کے حلم وتحمل سے بخوبی واقف تھے۔ انہیں یاد تھا کہ کس طرح بڑھیا حلیمہ کے ساتھ مہربانی سے پیش آتے تھے اور کس طرح غریب وبیکس لوگوں سے محبت کرتے تھے۔

وہ لوگوں کو سمجھاتے تھے کہ زن وشوہر کے ایک دوسرے پر برابر حقوق ہیں اونہوں نے بیوہ عورتوں کی کیسی عزت کی کہ اس ذلیل حالت سے نکال کر جو ان سے پہلے تھی اور تعداد ازدواج کی حد مقرر کردی کیونکہ حضرت محمدؐ سے پہلے عرب میں دستور تھا کہ جس کا جتنی بیویوں کے رکھنے کو جی چاہتا تھا کہ لیتا تھا کوئی حد نہیں تھی بت پرستی کی ذلت سے نکال کر عربوں کو خالص خدا پرست قوم بنا دیا اور انہیں بتا دیا کہ وہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں وہ بچوں اور نوجوانوں کو سمجھاتے تھے کہ اپنے ماں باپ سے محبت کرو۔ اُن کی عزت کرو اُن سے نرمی سے پیش آؤ۔ ماں باپ کے پاؤں کے نیچے بہشت ہے جب محمدؐ صاحب بازاروں سے گذرتے تھے یا مسجد میں آتے تھے اُن کی غمخوار سیاہ آنکھ جو ایک ہی نظر میں مسخر کر لیتی تھی وضعدار مسکراہٹ۔ بڑی

اور بھری ہوئی ڈاڑھی۔ نہایت ملائم اور موثر الفاظ۔ ان کی بزرگ اور مقدس صورت یہ تمام باتیں ایسی تھیں جن کو لوگ بڑی محبت بھری نظروں سے دیکھتے تھے۔

بلاشک حضرت محمدؐ کے اخلاق نہایت اعلےٰ تھے۔ آج جو کچھ اعتراضات حضرت محمدؐ کے متعلق کئے جائیں یا اُن کے اخلاق میں نقص تبلائے جائیں صحیح نہیں ہو سکتے انہوں نے ایک ایسا اخلاقی و تمدنی ضابطہ تیار کیا جس کو وہ آخر دم تک سمجھاتے رہے کہ خدا کی طرف سے تمام دنیا کو ترقی دیگا۔ اگرچہ اس قانون میں تعداد ازدواج اور غلام بنانے کا نقص[1] موجود ہے مگر پھر بھی اُن سے پہلے ان دونوں باتوں میں جو زیادتی تھی اس میں بہت کمی کردی اور اُن کی حالت میں بہت ترقی دی۔

کیا ہم حضرت محمد میں یہ نقص نکال سکتے ہیں کہ انہوں نے خدا کو رحیم و کریم بتلایا اور عرب کے سینکڑوں بتوں اور معبودوں کے مقابلہ میں خدا کو وحدہٗ لاشریک ٹھہرایا۔ کیا اس سے حضرت محمد کی بزرگی اور عظمت ظاہر نہیں ہوتی کہ اُس نے ایسا اعلیٰ درجہ کا خیال ظاہر کیا کیا اس سے اُن کی سچائی ظاہر نہیں ہوتی کہ مرتے دم تک اپنی تمام زندگی کے اس بڑے اعلیٰ خیال پر مستقل طور سے جما رہا۔ بیشک محمد صاحب کی بزرگی ظاہر اور سچائی ثابت ہو۔

حضرت محمدؐ نے باوجود اس کے کہ آپ کفار مکہ سے ہر طرح انتقام لینے کی قدرت رکھتے تھے۔ آپ نے اپنی فوج کو خونریزی سے باز رکھا اور ہر طرح عجز و انکسار سے کام لیا۔ فتح مکہ کے بعد پہلا کام جو آپ نے کیا وہ بتوں کو مسمار کرنا تھا۔ اس کے بعد آپ نے مؤذن کو حکم دیا کہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دے۔ دس بارہ آدمیوں میں سے جو اس سے قبل وحشیانہ و باغیانہ حرکات کے مجرم ثابت ہو چکے تھے صرف چار کو قتل

---

[1] ضابطہ اسلام میں کثرت ازدواج اور غلام بنانے کا نقص ظاہر کرنا صحیح نہیں ہے جبکہ اسلام میں چار نکاحوں کی اجازت ہے لیکن (فرض یا واجب نہیں ہیں) پھر جو شرائط ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کے متعلق ہیں وہ اس قدر اہم ہیں کہ کوئی ایسا شخص جو چاروں کے ساتھ منصفانہ برتاؤ قائم نہ رکھ سکے ہرگز ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا چنانچہ ہندوستان میں بہت کم ایسے مسلمان نظر آئیں گے جن کی چار بیویاں ہوں ورنہ بالعموم ایک بیوی پر ہی اکتفا کرتے ہیں اسی طرح متعدد واقعات سے یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ اسلام میں آقا و غلام کی حیثیت بعض اعتبار سے بالکل مساوی ہے۔ اسلام میں غلام بنانے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس کی انسانی حیثیت اور فطری آزادی کو پامال کر دیا جائے۔ نعوذ باللہ من ذلک (زاھد القادری)

کیا گیا۔ جب ہم دیگر فاتحین کے طرز عمل کو دیکھتے ہیں تو یہ انداز انتہائے رحم کا نظر آتا ہے ۱۰۹۹ء عیسوی میں صلیبی جنگ جو فوج نے فتح بیت المقدس کے وقت ستر ہزار مسلمان مرد و عورت اور بچوں کو تہ تیغ کیا ۱۸۷۴ء میں انگریزی فوج نے صلیبی نشان کے پیچھے جنگ کرتے ہوئے ایک افریقہ کے شہر کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ ان واقعات کے سامنے فتح مکہ کو دیکھو تو معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت محمدؐ نے کفار مکہ کے ساتھ کس قدر رحم و کرم سے کام لیا محمدؐ کی یہ کامیابی حقیقت میں مذہب کی فتح تھی نہ کہ سیاست کی۔ جب مغرور سرداران قریش آپ کے سامنے لائے گئے تو آپ نے کہا

"اب تم مجھ سے کس سلوک کی توقع رکھتے ہو"

سب نے کہا رحم کی" یہ سنکر آپ نے فرمایا کہ "اچھا جاؤ تم سب آزاد ہو" کسی قوم کی تاریخ میں عفو و کرم کی ایسی زبردست نظیر تلاش سے بھی دستیاب نہیں ہو سکتی۔

(آنر تھر گلمین ایم۔ اے)

مشہور اہل قلم "ٹامس کارلائل" نے اس مضمون کی تائید کرتے ہوئے چند سطریں لکھی ہیں جو ذیل میں درج ہیں (زاہد القادری)

صحرا کا مخلص طبیعت والا باشندہ "محمدؐ" اپنی چمکتی ہوئی کالی آنکھوں اور صاف شفاف قلب اور پاکیزہ روح کے ساتھ بلند نظری اور ہوا و ہوس سے بے لوث مقدس خیالات رکھتا تھا وہ ضرور نہایت سرگرم پرجوش لوگوں میں سے تھا جن کو خدا ہی نے خلوص اور صداقت کے ساتھ پیدا کیا ہے اور لوگ توہم قاعدوں اور سنی سنائی باتوں پر چلتے ہیں اور اُن پر قناعت کرتے ہیں یہ مقدس شخص اُن پر قناعت نہ کرنے والا تھا بلکہ اپنی عقل و روح کو چیزوں کی اصلی ماہیت پر متوجہ کرتا اور اس پر غور و فکر کرتا تھا۔ ہستی کا بڑا بھید اس پر کھل گیا تھا اس قسم کا خلوص یقیناً خدا کی طرف سے ہے ایسے شخص کا کلام خود خدا کی آواز ہے انسان اس کو سنتا ہے اور ضرور ہے کہ سنے اور سوا اس کے کچھ نہ سنے اس کے مقابلہ میں اور سب کچھ ہوا ہے۔ اس مقدس شخص نے مدتوں غور کیا۔ میں کیا چیز ہوں؟ زندگی کیا ہے؟ موت کیا ہے؟ میں کس چیز پر یقین کروں کس پر ایمان لاؤں؟ مجھے کیا کرنا ہے؟ کوہ حرا کی چٹانوں نے ریتیلے میدانوں نے اس کا جواب نہیں دیا بڑے بڑے آسمانوں نے روشن ستاروں نے اس کا جواب نہیں دیا۔ کوئی جواب

نہ ملا خدا کے "الہام" نے جواب دیا۔ پس محمدؐ نے جو ایک سیدھا سادہ عرب تھا
ملک کی بکھری ہوئی چھدری۔ ننگی۔ بھوکی قوموں کو ایک ٹھوس اور فرماں بردا
بنا دیا اور دنیا کی قوموں میں اُن کو نئے خطابوں اور نئی خصلتوں سے ممتاز کیا
برس سے کم میں اس منصوبے اور نظام نے شہنشاہ کو شکست دی۔ ایران کے بادشہ
کو مغلوب کیا شام۔ عراق۔ اور مصر کو فتح کر لیا اور بحیرۂ خضر سے ظلمات تک حقانیت
کو پھیلا دیا۔ اور بارہ صدی سے اب تک سوائے اسپین کے ان حدود میں برابر مسلمانو
کی سلطنت چلی آتی ہے۔ اور اسلام شمالی ایشیا۔ وسط۔ افریقہ اور علاقہ کیسپین میں پھیل
گیا اور پھیلتا چلا جاتا ہے۔

حقیقت میں محمد کی صداقت کامیاب ہوئی

"طامس کارلائل"

اعتراف صداقت

اس عنوان کے ماتحت ہم اُن موقرارباب تحقیق کے اقوال درج کرتے ہیں کہ جنہوں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی صداقت وحقانیت کے متعلق کوئی بسیط وطویل مضمون تو نہیں لکھا لیکن محققانہ ومنصفانہ نقطۂ نظر سے مختصر الفاظ میں حضور اقدس صلعم کی صداقت وبزرگی کا اعتراف کیا ہے (زاہد القادری)

مسٹر گبن لکھتے ہیں کہ ہر انصاف پسند شخص یقین کر لینے پر مجبور ہے کہ محمد کی تبلیغ وہدایت خالص سچائی اور خیر خواہی پر مبنی تھی۔ محمد صاحب شاہی شان وشوکت کو بالکل حقیر سمجھتے تھے گھر کے ادنیٰ ادنیٰ کام اپنے آپ کرتے تھے آگ سلگانے۔ جھاڑو دینے دودھ دُہنے۔ اپنی جوتیاں گانٹھتے کپڑوں میں اپنے ہاتھ سے پیوند لگاتے جو کی روٹیاں کھاتے۔ مہمانوں کو اچھا کھلاتے مگر آپ کے گھر میں اکثر مہینوں تک آگ نہ سلگتی۔ دودھ اور شہد بہت بھاتا تھا۔ معمولی خوراک کھجوریں اور پانی"

مسٹر مورس لکھتے ہیں کہ محمد صاحب نے ایک گمراہ قوم کو جس کا صدیوں سے کوئی نظم وتمدن نہیں تھا جو نہایت حقیر وذلیل ہو چکی تھی اخلاص

داتحاد کی رسی میں جکڑ باندھکر بام ترقی پر پہنچا دیا تھا۔ ان کو ایسا جکڑا تھا کہ وہ اپنی جان اور مال سب کچھ ان پر قربان کرنے کو تیار ہو گئے تھے۔ اہل انصاف کو یقین ہے کہ خدا نے ہی ان کو اصلاح پر مامور کیا تھا۔

سر ولیم میور (جو نہایت متعصب مورخ ہیں) لکھتے ہیں۔ محمدؐ اپنے حلقۂ اثر اور دائرہ حکومت میں ہر چند پورے اختیارات رکھتے تھے لیکن پھر بھی منکرین سے مقابلہ کرتے ہوئے آپ ہمیشہ انصاف اور رحمدلی کو پیش نظر رکھتے تھے جب آپ کے مطالبات خوشی سے تسلیم کر لئے جاتے تو آپ دشمنوں سے بھی حسن وسلوک سے پیش آتے تھے آپ کے ابنائے وطن نے جس طرح آپ کے حقوق کے خلاف سرکشی کی وہ ایک ظالم حکمران کے لئے کافی وجہ ہوسکتی تھی کہ وہ ان سب کو تباہ و برباد کر دیتا لیکن محمدؐ نے سوائے چند مجرموں کے باقی سب کو عام معافی دیدی اور تمام گذشتہ مظالم پر خاک ڈالدی۔ آپ کا تحمل اخلاق انسانی کا ایک حیرت انگیز کارنامہ ہے حقیقت یہ ہے کہ کتب مقدسہ سماویہ میں انبیائے بنی اسرائیل میں سے کوئی نبی بھی سوائے ایک کے محمدؐ جیسا عالیمقام رفیع المرتبہ اور جلیل الشان معلوم نہیں ہوتا۔

مسٹر ڈبلیو ڈبلیو آیرلینڈ لکھتے ہیں کہ یہ احمقانہ خیال کہ محمد صاحب دہوکہ باز یا جادوگر تھے اس قدر ناقابل یقین اور مضحکہ انگیز ہے کہ کوئی شخص بھی جو عقل صحیح رکھتا ہے اور ذرا بھی تحقیقات میں شعور رکھتا ہو ایک سکنڈ کے لئے نہیں مان سکتا۔

ڈاکٹر "اوگسٹ" حضرت محمد سچے معنوں میں ریفارمر تھے وہ ساری تعریف و توصیف کے مستحق ہیں اور وہ "رسول" کے نام کے شایاں ہیں۔

مسٹر جان ڈیون پورٹ لکھتے ہیں۔ محمد کی صداقت اور خلوص کا یہ بڑا ثبوت ہے کہ سب سے پہلے جو ایمان لانے والے ہیں وہ ان کے گھر والے اور ان کے اقارب ہیں یہ سب ان کی خانگی زندگی اور تمام حالات سے بخوبی اور پورے پورے واقف تھے اگر ان میں صداقت اور

خلوص نہ پایا جاتا تو وہ ضرور اعتراضات و اختلافات کا طوفان برپا کر دیتے۔

مسٹر ای۔ اے فریمن لکھتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت محمد بڑے پکے راستباز اور سچے پیغامبر تھے اگر وہ ایسے نہ ہوتے تو ہرگز اپنے مقدس مشن میں آخر تک مستقل اور ثابت قدم نہ رہتے وہ ڈگمگا جاتے اور ان کو لغزش واقع ہو جاتی۔

مسٹر "سیل" لکھتے ہیں کہ میں نے اپنی تحقیقات میں کوئی ثبوت ایسا نہیں پایا کہ جس سے محمد کے دعوی رسالت میں شبہ پیدا ہو سکے یا ان کی مقدس ذات پر فریب و مکر کا الزام لگایا جا سکے۔

لفٹنٹ کرنل سائکس لکھتے ہیں کوئی منصف مزاج شخص حضرت محمد کے حالات زندگی مطالعہ کرنے کے بعد آپ کی اولوالعزمی اخلاقی جرأت۔ خلوص نیت۔ سادگی اور رحم و کرم کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ پھر انہیں صفات کے ساتھ استقلال عزم اور معاملہ فہمی کی قابلیت کو نظر انداز نہیں کر سکتے یہ یقینی ہے کہ آپ نے اپنی سادگی۔ لطف و کرم اور اپنے اخلاق کو بلا خیال مرتبہ قائم رکھا علاوہ اس کے شروع سے آخر تک وہ اپنے آپ کو ایک معمولی پیغمبر بتلاتے رہے حالانکہ وہ اس سے زیادہ دعوی کر کے اس میں کامیاب ہو سکتے تھے۔

"یہانتک ہم نے انگریزی کی مستند و معتبر تاریخوں اسٹینڈ یز ان اے موسکیو۔ اے لکچر آن اسلام۔ ریلی جنس آف دی ورلڈ۔ ہسٹری آف اسلام۔ بلوٹ آف دی بریس۔ اپالوجی فار محمد۔ دی گریٹ ٹیچر۔ لائف آف محمد۔ انٹروڈکشن ٹو دی ٹرانسلیشن آف دی قرآن وغیرہ سے ترجمہ کر کے مختلف ممالک کے اکیس غیر مسلم فاضل محققین کاؤنٹ ٹالسٹائی۔ ہربرٹ وائل۔ اسٹینلی لین پول۔ ڈبلیو اسرونگ۔ مارکس ڈاڈ۔ ڈاکٹر جی ویل۔ گستاو لیبان۔ موسیو بارتھیلمی سنیٹ ہیلر آرتھر گلین ایم اے۔ ٹامس کارلائل۔ سر ولیم میور۔ جان ڈیون پورٹ۔ ای اے فریمن۔ مسٹر گبن مسٹر مورس۔ ڈاکٹر ادگسٹ۔ لفٹنٹ کرنل سائکس۔ مسز اینی بسنٹ۔ مسٹر سیل۔ ڈبلیو ڈبلیو ارلینڈ کے بلند پایہ محققانہ مضامین اور اقوال درج کئے ہیں اب ہم ہندوستان کے چند حق پرست اور انصاف پسند ہندو محققین کے مضامین بھی درج کرتے ہیں کہ جن سے حضور رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی صداقت بدرجہ اتم و اکمل ثابت ہوتی ہے

(محمد زاہد القادری)

حضرت محمدؐ صاحب کی برکتیں

(شری پنڈت ویدیکانندجی مہاراج سیلون نواسی کے قلم سے)

میں نے جہانتک تاریخوں کا مطالعہ کیا ہے اور چھان بین کی ہے میری تحقیق میں ثابت ہے کہ مسلمانوں کے مذہبی پیشوا حضرت محمدؐ صاحب بڑے نیک نفس مہاپرش اور رحمدل دھرماتما تھے۔ تاریخ سے ثابت ہو کہ محمدؐ صاحب کے ظاہر ہونے سے پہلے دنیا بڑی تاریکی میں پڑی ہوئی تھی۔ یورپ میں ایک بہت بڑا بت "وڈون" تھا لوگ اسی کو ایشور مانتے تھے اور اصلی پرماتما کو بھولے ہوئے تھے۔ ایران میں آگ کی پوجا پاٹ کی جاتی تھی اور اصلی خالق سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ چین کے رہنے والے اپنے بادشاہ کو خدا کا نائب سمجھتے تھے اور اسی سے واسطہ رکھتے تھے۔ عرب میں پتھروں کی پوجا ہوتی تھی اور پتھروں کو چھوٹا خدا سمجھا جاتا تھا۔ زناکاری۔ نشہ بازی۔ ڈاکہ زنی۔ خونخواری اور جنگ وجدال انسانی اخلاق بنے ہوئے تھے۔

ایسے حالات میں حضرت محمد صاحب نے جنم لیا اور سمجھدار ہونے پر ان باتوں پر غور کرنے لگے۔ حضرت محمدؐ شروع سے بہت نیک اور سچے آدمی تھے۔ عام لوگ ان کو اپنی زبان میں دیانت دار۔ امانت دار (الامین) کہتے تھے وقت آیا کہ حضرت محمدؐ صاحب نے لوگوں کو نصیحت کرنی شروع کی اور خدا کی قدرت و وحدانیت کا پرچار کرنے لگے۔ انہوں نے لوگوں سے کہا بھائیو تم جن بتوں کی پوجا پاٹ کرتے ہو یہ تو بیجان اور خود مجبور ہیں۔ تم کو کیا نفع حاصل ہو سکتا ہے اسی کے آگے ماتھا جھکاؤ کہ جس نے ساری دنیا بنائی ہے۔ زمین آسمان پیدا کیا ہے۔

عرب کے جاہلوں نے جب ایسی باتیں سنیں تو ناراض ہوئے اور حضرت محمدؐ سے نفرت رکھنے لگے۔ آپ کو دُکھ اور تکلیف دینی شروع کی کچھ عرصہ تک آپ تمام تکلیفیں اور اذیتیں سہتے رہے۔ بہت سے لوگ آپ پر ایمان بھی لے آئے تھے لیکن وہ بھی وحشیوں کے ظلم وستم کا شکار ہوتے رہتے تھے۔

آخر جب مکہ میں رہنا کٹھن ہو گیا تو آپ دھرم کا پرچار کرتے ہوئے مدینہ چلے گئے بدر کی لڑائی کا ایک واقعہ ہے جس سے محمد صاحب کی رحمدلی ثابت ہوتی ہے لڑائی

میں سے کچھ مخالف لوگ پکڑے ہوئے آئے تھے۔ محمد صاحب کے آدمیوں نے اُن کی مشکیں سخت باندھیں تھیں جب رات کا وقت ہوا اور قیدیوں کو ایک خیمہ میں داخل کیا گیا تو ہاتھ پاؤں اور جسم میں درد ہونے کے سبب سے قیدیوں نے کراہنا شروع کیا۔ حضرت محمد صاحب خیمہ کے قریب ہی عبادت میں مصروف تھے آپ نے قیدیوں کے کراہنے کی آواز سُنکر پوچھا یہ دردبھری آواز کہاں سے آتی ہے آپ کے آدمیوں نے کہا پیغمبر صاحب یہ قیدیوں کی آواز ہے اُنکے ہاتھ پاؤں مضبوط اور سخت باندھے گئے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے مسلمانوں کو سنگدلی اور سفاکی کے ساتھ تلوار کے گھاٹ اتار دیا اور گاجر مولی کی طرح کاٹ کر پھینکدیا ہے آپ کھڑے ہوگئے اور خیمہ میں جاکر قیدیوں کی رسی ڈھیلی کردی۔ میں سمجھتا ہوں جن دُشٹ اور پاپی لوگوں نے مسلمانوں کے ساتھ جبر و تشدد کیا تھا اور بڑی سخت تکلیف و اذیت پہنچائی تھی ان کو جتنی سخت سزا دیجاتی کچھ بیجا نہ ہوتی لیکن ایسے لوگوں کے ساتھ رحم اور مہربانی کا برتاؤ کرنا حضرت محمدؐ کی رحمدلی اور سچائی کا بڑا اچھا ثبوت ہے۔ ظالم کو سزا دینا ہر مذہب میں درست ہے۔ راون نے جب سیتاجی کو بھگایا اور شری رام چندر جی مہاراج کے ساتھ دغابازی کی تو قابو حاصل ہونے پر رام چندر جی مہاراج نے اُس راکشش سے بدلہ لیا تھا حضرت محمد صاحب سادہ مزاج بھی بہت تھے دنیا والوں کی طرح شان و شوکت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ ایک سفر میں آپ اپنے آدمیوں کے ساتھ جارہے تھے راستہ میں قیام کیا اور کھانے پینے کی تیاری کی۔ کھانا بنانے کیلئے سب آدمیوں نے ایک ایک کام اپنے ذمہ لے لیا آپ نے کہا کہ میں جنگل سے لکڑیاں اکٹھی کرکے لاؤں گا۔ چنانچہ آپ گئے اور لکڑیوں کا گٹھا سر پر اُٹھا لائے

بڑے بے انصاف ہیں وہ لوگ جو اُن کی ذات پر خودغرضی کا الزام لگاتے ہیں انھوں نے جو کچھ کیا وہ پرماتما کے واسطے کیا اور پرماتما کے ہی حکم سے کیا۔

آج دنیا میں اُن کے ماننے والے کروڑوں کی تعداد میں ہیں جو ایک خدا کے ہی آگے سر جھکاتے اور اسی کی پرستش کرتے ہیں۔

محمد صاحب کی تعلیم نے جو اثر دکھلایا اور اُن کے سبب جو برکتیں دنیا میں پھیلیں ان کا ثبوت عرب کی موجودہ حالت اور وہاں کے لوگوں کے اخلاق و اطوار

سے ملتا ہے وہ کیسے ملنسار کیسے مہمان نواز اور کیسے مہذب بن گئے

ودیکا نند
"شانتی آشرم" سیلون

عربی پیغمبر

(سوامی شردھے پرکاش دیوجی مہاراج کے قلم سے)

جس وقت میں کہ دنیا کی گمراہ قوموں کی اصلاح کے لئے ایک رشی کی ضرورت تھی عرب میں ایک مصلح پیدا ہوا جسکا نام محمدؐ ہے گمراہوں کو روشنی دکھلانے اور بھٹکتے ہوئے لوگوں کو راہ پر لانے کے لئے پرمیشور نے اُن کو بھیجا محمد صاحب کے حالات زندگی بتاتے ہیں کہ وہ بڑے حلیم وکریم اور نیک بزرگ تھے۔ انھوں نے بھولے بھٹکے لوگوں کو راہِ راست دکھائی اور جو لوگ انسانیت کے درجہ سے گر گئے تھے اُن کو پھر انسان بنایا۔ محمد صاحب کی حرص وطمع سے بے رغبتی اور بے پروائی اس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے کہ جب آپ نے توحید کا پرچار کیا اور پتھر کے بتوں کو پوجنے سے منع کیا تو عرب کے قبیلوں کے ایک بڑے نمبردار "عتبہ" نے آپ سے کہا اے محمدؐ اگر تم ہمارے بتوں کو برا کہنا چھوڑ دو اور اپنی نئی تعلیم کو بند کر دو تو ہم سب اتفاق کے ساتھ آپ کو اپنا بادشاہ بنالیں گے اور آپ کے خزانہ میں اتنا مال وزر جمع کر دینگے کہ ہم میں سے کسی کے پاس نہ ہوگا۔ ہم کوئی بات آپ کے خلاف نہیں کرینگے۔ آپ نے جواب میں کہا "لوگو! نہ مجھکو مال ودولت کی ضرورت ہے نہ میں تم پر بادشاہت یا حکومت چاہتا ہوں میں تو صرف سچے دھرم کو پھیلانا چاہتا ہوں اور اسی کے لئے تمہارے درمیان آیا ہوں مجھکو خدا نے سمجھانے اور سنوارنے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ میں تم کو اس کی مہربانی کی خوشخبری سناؤں اور اُس کے غضب سے ڈراؤں۔ میں پرماتما کے حکم کا پابند ہوں اور اسی کی تعمیل کرتا ہوں اور کروں گا۔ اگر تم راہِ راست پر آگئے تو تمہارے لئے بھلائی ہے اور جو نہ آئے تو صبر کرونگا۔"

محمد صاحب کے ان سچے الفاظ سے ان کی سچائی کا ثبوت ملتا ہے۔ حضرت محمدؐ کے ظاہر ہونے سے پہلے اہل عرب کے اخلاق واعمال بے انتہا خراب تھے آپ نے ظاہر ہو کر لوگوں کی اصلاح کی۔ جو سنگدل تھے رحمدل بن گئے۔ جو ظالم وسفاک تھے بڑے

صاحب اخلاق بن گئے۔ جو بالکل جاہل اور وحشی تھے اعلیٰ درجہ کے مہذب بن گئے حضرت محمدؐ کی تعلیم سے پہلے لوگوں کی یہ حالت تھی کہ ہمیشہ لڑائی جھگڑا کرتے رہتے تھے ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے جب اسلام قبول کیا تو بڑے ملنسار اور وفادار بن گئے۔

یرموک کی لڑائی کا واقعہ ہے کہ محمد صاحب کے بہت سے ساتھی مارے گئے تھے اور بہت سے زخمی ہوئے تھے جس وقت زخمی مسلمان نیم جان دھوپ میں پڑے لوٹ رہے تھے ایک مسلمان سپاہی کاندھے پر پانی کی مشک لیکر آیا ایک زخمی کو دیکھا کہ پانی پانی کی صدا لگا رہا ہے پانی والا فوراً اُس زخمی کے پاس پہنچا اور چاہا کہ حلق میں پانی ٹپکا دے لیکن زخمی نے فوراً اپنا منہ بند کر لیا اور کہا مجھ سے بھی زیادہ پیاسا آگے ایک زخمی پڑا ہے پہلے اُس کو پانی پلاؤ تب مجھے پلانا۔ پانی والا سپاہی دوڑا ہوا دوسرے زخمی کے پاس گیا اور پانی پلانا چاہا لیکن اُس نے بھی پانی پینے سے انکار کیا اور کہا دیکھو ایک مسلمان مجھ سے بھی زیادہ پیاسا آگے غل مچا رہا ہے پہلے اس کو پلاؤ پھر مجھے پلانا پانی والا سپاہی دوڑا ہوا آگے گیا لیکن وہاں تک پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ اس کا دم آخر ہو گیا۔ دوڑ کر واپس آیا تو دیکھا دوسرا زخمی بھی رخصت ہو گیا وہاں سے بھاگ کر پہلے زخمی کے پاس آیا تو اُس کو بھی مردہ پایا۔

میری نظر سے اس سے زیادہ خلوص و ہمدردی کی کوئی مثال نہیں گذری یہ کیا تھا ایک انصاف پسند طبیعت تو یہی جواب دیتی ہے کہ یہ حضرت محمد صاحب کی تعلیم اور اُن کی سچائی کا اثر تھا

(شری دھے پرکاش دیو)

قابل احترام پیغمبر

(شریمتی تماشہ منو ہر سہائے صاحب کے قلم سے)

اگر تعصب اور ہٹ دھرمی سے علیحدہ ہو کر کوئی شخص محمد صاحب کے حالات پر تحقیقی نظر ڈالے تو ناممکن ہے کہ وہ صاف لفظوں میں آنجناب کی سچائی اور بزرگی کا اعتراف و اقرار نہ کرے۔

مجھے طالب علمی کے زمانہ سے ہی مذہبی پیشواؤں کے حالات معلوم کرنے اور اُن کے نمایاں کارناموں پر غور کرنے کا شوق تھا۔ چنانچہ میں نے قریب قریب ہر مذہب کے پیشواؤں کے حالات پڑھے اور تحقیق کئے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ جہاں میرے دل میں شری رام چندر جی۔ شری کرشن جی مہاراج اور مہاتما بدھ کی محبت ہے وہاں حضرت محمد صاحب کی بھی بے انتہا عزت و وقعت ہے اور میں یقین کے ساتھ ان کو خدا کا برگزیدہ پیغمبر اور نہایت کامیاب ریفارمر سمجھتا ہوں۔

حضرت محمد صاحب اپنے زمانہ کے تمام آدمیوں سے زیادہ تیز عقل فہیم ہوشیار باخدا اور خلیق المزاج شخص تھے۔ آپ غریب آدمیوں سے بہت محبت کرتے تھے مفلسی کے سبب سے کسی کو حقیر و ذلیل نہیں سمجھتے تھے۔ زمین پر بیٹھنا پسند کرتے اور ادنیٰ ادنیٰ کاموں کو اپنے ہاتھ سے کرتے تھے جس سے ظاہر ہے کہ آپ بالکل متکبر اور نخوت پسند نہیں تھے شروع سے آخر تک ایک ہی حالت میں رہے اور بڑے استقلال کے ساتھ اپنے مشن کی اشاعت کرتے رہے تکلیفیں بھی اٹھائیں سختیاں بھی جھیلیں لیکن سچائی سے منہ نہ موڑا۔

آپ کو مال و دولت کی طمع یا امیر و رئیس بننے کی خواہش نہیں تھی بلکہ آپ نہایت درجہ سادگی پسند اور منکسر المزاج شخص تھے جس وقت آپ کا انتقال ہوا ہے تو نہ آپ کے پاس مال و زر تھا اور نہ جائداد تھی نہ ریاست تھی بلکہ اس وقت بھی بالکل معمولی حیثیت رکھتے تھے۔ یہ وہ باتیں ہیں جو ظاہر کرتی ہیں کہ دنیوی خواہشات کے لئے محمد صاحب نے کچھ نہیں کیا بلکہ جو کچھ کیا وہ حکم خدا سے کیا اور خلوص کے ساتھ کیا۔

جو لوگ کہ پستی و ذلت کے سمندر میں غرق ہو چکے تھے جو لوگ گناہ اور پاپ کے دریا میں ڈوب چکے تھے محمد صاحب نے اُن کی دستگیری کی اور ان کو غرق ہونے اور ڈوبنے سے نکال لیا پھر ان کو ترقی و عروج کی منزلیں طے کرائیں اور دنیا کی مہذب اقوام کے برابر لا کر کھڑا کر دیا کیا کوئی معمولی آدمی ایسا زبردست انقلاب کر سکتا ہے؟

آج دنیا کے ہر حصہ میں اُن کے ماننے والے موجود ہیں اُن کے افعال سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ صرف اس ایک ہی خدا کی پرستش کرتے ہیں جو بہت بڑی قدرت رکھنے والا اور سب سے زیادہ طاقت رکھتا ہے اور اسی کا خوف رکھتے ہیں۔ بیکسوں کی ہمدردی

غریبوں کی امداد۔ ظالم و سفاک کی مدافعت اور غیر اقوام کے ساتھ رواداری رکھنا اُن کے اخلاق میں داخل ہے۔ لوگوں کو تنگ خیالی اور ہٹ دھرمی چھوڑ کر دنیا کے مقدس ترین بزرگوں کے حالات پڑھنے چاہئیں اور اُن کی ہدایتوں پر عمل کرنا چاہیئے۔

(منوہر سہائے سرشار)

النساء فی الاسلام

ذیل کا مضمون میرے محترم دوست جناب نواب عزیز احمد خان صاحب دہلوی نے خاص اسوۃ النبی کے لئے لکھا ہے آپ نے اس مضمون میں یہ دکھلایا ہے کہ اسلام نے عورتوں کا کیا درجہ مقرر کیا ہے اور ان تمام اعتراضات کی تردید کی ہے جو متعصبین اسلامی تعلیم متعلقہ طبقہ اناث پر کیا کرتے ہیں میں شکریہ کے ساتھ اس مضمون کو اسوۃ النبی میں درج کرتا ہوں۔ (زاہد القادری عفا عنہ)

اسلام ہی وہ سب سے پہلا اور سب سے آخری مذہب ہے جس نے دنیا کے سامنے ایک مکمل و محکم کوڈ پیش کیا ہے جو دین و دنیا کے تقریباً ہر ایک معاملہ پر حاوی ہے اور زندگی کی مختلف پیچیدگیوں اور الجھنوں کو نہایت آسانی و عام فہم طریقہ سے سلجھانے میں کامیاب ہوا ہے آنحضرت صلعم کی زندگی ایک ایسی پاک زندگی تھی جس میں ہر علم۔ ہر قابلیت۔ ہر مزاج اور طبائع کے واسطے نمونہ و آئیڈیل موجود ہے یورپ کو باوجود اس اندھا دھند مخالفت اور بیجا نکتہ چینی کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی "اخلاقی قوت و جرأت" اور اعلیٰ اصول تمدن کو ماننا ہی پڑا ہے۔

ڈبلیو ارونگ لکھتا ہے کہ پرائیویٹ معاملات میں آپ انصاف پسند تھے اپنے دوستوں سے اجنبیوں سے دولتمندوں غریبوں سے کمزوروں اور طاقتوروں سے عدل کا سلوک کرتے تھے۔ ہر شخص سے نہایت مہربانی سے پیش آتے تھے اور ان کی شکایات کو سنتے تھے جنگی فتوحات نے آپ میں کوئی فخر اور کوئی نمود پیدا نہیں کی حالانکہ اگر وہ جنگیں خود غرضی پر مبنی ہوتیں تو فخر و افتخار ایک لازمی نتیجہ تھا اعلیٰ سے اعلیٰ طاقت کے زمانہ میں آپ کے اخلاق و اطوار اور ظاہری لباس میں وہی سادگی پائی جاتی تھی جو کہ سخت سے سخت تکلیف و بیکسی کے ایام میں ہوتی تھی"۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا میں آنحضرت پر ناروا نکتہ چینی اور صریح مخالفت کرتے ہوئے ایک انگلستان کا مشہور شخص آخر میں یہ لکھے بغیر نہ رہ سکا کہ باوجود اس کے کہ سارے عرب کو زیر کر لیا تھا۔ آنحضرت کی سادگی اور طرز تمدن

میں کچھ فرق نہیں آیا تھا...... اسلام ایک اعلیٰ تمدنی طریقہ رسوشل سسٹم ہے اور
اس کی مذہبی حیثیت سے سوشل حیثیت زیادہ بہتر ہے۔" مسٹر سال نے اپنے ایک مختصر رسالے
"اسلام" میں جہاں دنیا کے رواج اور عیسائی اخلاق کے موافق مسلمانوں اور مسلمانوں
کے پیغمبر کو برا بھلا کہا ہے وہاں ایک پورا باب تمدن اسلام پر وقف کیا ہے جس میں لکھا ہے
کہ اگر اسلام میں کوئی خوبی ہے تو صرف تمدنی ہے" عورتوں کے حقوق کے بارے میں
لکھتی ہے کہ" باوجود کثیر نقصوں کے اسلامی شرع میں عورتیں دیگر مشرقی مذاہب کی
نسبت بہتر حالت میں ہیں" مسز اینی بسینٹ نے تمدن اسلام پر گفتگو کرتے ہوئے کہا
کہ" آنحضرت نے دنیا کے ڈوبتے ہوئے اخلاق و تمدن کو سہارا دیا اور تباہی سے بچایا۔
لطف یہ ہے کہ تمام دنیا تمدن اسلام کا تو لوہا مان رہی ہے مگر ساتھ میں یہ بھی کہا
جاتا ہے کہ "اسلام میں "مرد پروری" ہے عورتوں کے حقوق بہت پست کرے ہوئے
ہیں عورتوں پر اسلام نے ظلم کر رکھا ہے۔ عورتیں اسلام میں اچھی حیثیت نہیں رکھتیں وغیرہ
وغیرہ۔ سبحان اللہ۔ انگریزی ہی کی ایک مثل ہے۔ charity begins at home - یعنی اول خویش بعدہ درویش۔ بھلا گھر چھوڑ کر باہر موثر و محکم اصلاحات
کہیں ممکن ہیں؟ آنحضرت نے سب سے پہلے حضرت خدیجہ سے اپنے نبی ہونے کا
اظہار کیا بعدہ اپنے صدیق دوست اور دیگر رشتہ داروں وغیرہ کو دعوت دی غرضکہ
دنیا میں کوئی اصلاح ایسی نہیں ہوئی جس کے مصلح نے اپنے قریب ترین حلقہ کو ہموار کئے
بغیر دوسروں کو دعوت و تلقین کی ہو۔ یہی حال اسلامی تمدن کا ہے جس کی تمام علمی دنیا
تعریف کر رہی ہے۔ قرآن پاک میں جہاں کہیں بھی سوشل ریفارم کا ذکر آیا ہے اس کا
اطلاق عمومی ہے صرف مردوں ہی پر مخصوص نہیں ہے مزید براں اسلام نے جو عورتوں
کی عزت و قدر کی ہے وہ آج تک کسی مذہب نے نہیں کی۔ قرآن پاک میں ایک پوری سورۃ
النساء عورتوں کے نام پر موجود ہے جس میں ان کے حقوق اور ان کی ذمہ داریوں
پر نہایت صراحت سے بحث کی گئی ہے۔ اس پر بھی اسلام پر یہ اعتراض ہے کہ یہ ایک
مردوں کا مذہب ہے جس میں عورتوں کو غلامی کی تعلیم ہے اور ان پر نہایت سخت
وحشتناک قیود عائد کی گئی ہیں"

اسلام سے پیشتر دنیا نے مختلف تہذیب و شائستگی کے نمونے دیکھے۔ اپنے اپنے

زمانے میں بابل۔ مصر۔ فارس۔ ہند۔ یونان در روما۔ اپنا اپنا رنگ دکھا گئے اور اپنے اپنے فلسفے و شائستگی کا کچھ کچھ نشان بھی چھوڑ گئے جس کے سہارے موجودہ یورپ کی تہذیب نے دنیا میں قدم رکھا ہے۔ بابل اور مصر کی پرانی شائستگی و عروج کا آج کوئی نام لیوا بھی نہیں۔ صدیوں کی باتیں ہو گئیں۔ اب تو لوگوں کے قیاسات اور موجودہ زمانے کی کھدائی سے کچھ کچھ پتہ چلتا ہے۔ والا وہ بھی کالعدم ہے فارس کا بھی یہی حال ہے ہمارے ہندوستان کے اوائل زمانہ پر تاریکی کے پردے کی دیواریں حائل ہیں۔ صرف آخری دور یعنی یونان اور روما کے عروج کا حال اُن کے علم و فضل کے تذکرے ابھی تک بہت کچھ زندہ ہیں اور انہیں کے کھنڈرات پر جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے یورپ کی موجودہ تہذیب کی بنیاد پڑی ہے انہی کے اعلیٰ اخلاق تمدن و سیاست پر آج یورپ فخر کرتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں نے بھی آگے چل کر یونان کے فلسفہ و علم سے خاصہ فائدہ اٹھایا ہے مگر باوجود اس اعلیٰ شائستگی و کمال کے یونان کے ایک صوبہ میں کمزور لڑکیاں مار ڈالی جاتی تھیں اور عام طور پر بعض اضلاع میں لوگ اپنی بیویوں کو عارضی طور پر قرضے میں بھی دے دیا کرتے تھے خاص ایتھنز میں عورتیں ملک سمجھی جاتی تھیں عام طور پر اعلیٰ خیالات اور بہترین اخلاق سے بے بہرہ اور نا اہل گنی جاتی تھیں

افلاطون نے عورتوں کو بچوں اور نوکروں کے زمرے میں شامل کیا ہے ایک اور فلاسفر کا قول ہے کہ "عورت نیکی کے قابل ہی نہیں اچھی بات کی اس سے امید ہی نہ کی جائے ہاں تمام برائیوں کی جڑ و مد ہے"

سلطنت رومن کی شائستگی کی تاریخ لکھتا ہوا "گبن" کہتا ہے کہ "عورتوں کا پادریوں۔ خاوند اور اپنے سرپرست کی ذلیل ترین غلامی کرنا فرض تھا اور عقل اور تجربہ سے انہیں عاری سمجھا جاتا تھا۔ ایک فرانسیسی مورخ لکھتا ہے کہ "رومن میں عورت ایک غلام کی سی حیثیت رکھتی تھی وہ اخلاق و تمدن کے تمام قاعدے سے باہر سمجھی جاتی تھی خاوند اپنی بیوی کو قتل تک کر سکتا تھا" ڈاکٹر فاؤلر اپنی کتاب "رومن کے مذہب" میں لکھتا ہے کہ عورت چھوت سمجھی جاتی تھی۔ اس کی موجودگی سے عبادت میں خامی آتی تھی بعض ایسی مذہبی رسومات تھیں کہ عورت کا حصہ لینا تو درکنار ان کو اس کی نظر تک سے پوشیدہ رکھنے کی ہدایت تھی"

اگر اس طرح نہیں تو اس سے ذرا بہتر طریقہ سے عیسائیت نے بھی عورت کی حیثیت کو پامال کیا ہے۔ عرصہ ہوا کہ میں نے ایک تاریخ کی کتاب پڑھی تھی جس میں عیسائیوں کے ابتدائی زمانہ کے حالات تھے اُس میں لکھا تھا کہ کسی مذہبی مجلس میں ایک بڑے بشپ نے یہ بات پیش کی کہ عورت انسان ہی نہیں ہے جس پر خوب بحث ہوئی خوش قسمتی سے آخرکار پادری صاحب کی بات نہ چلی اور بیچاری عورت انسانوں ہی میں شامل رہی۔

مزید براں عیسائیت کا تو اس پر دارومدار ہے کہ حضرت عیسےٰ جو صلیب پر چڑھے وہ حضرت حوّا کے گندم کھانے اور کھلانے کے گناہ ہی کی وجہ تھی۔ اور وہی اوّل گناہ مخلوق کی گردن پر چلا آتا ہے۔ اس خیال نے ایسا عیسائی دماغ پر قبضہ کیا ہے کہ ان کے بعض معقول اور ذی علم حضرات تک نے عورت کو "شیطان مطلق" "زہریلہ بچھو" "ہماری روحوں کے تباہ کرنے کا شیطانی آلہ" وغیرہ لکھا ہے دو سو سال پیشتر عیسائیوں کی کوشش رہی کہ عورت کو مرد سے ہمیشہ کمتر و ذلیل رکھا جائے۔ روس میں اب تک یہ دستور ہے کہ نکاح کے بعد دلہن کا باپ ایک مکلف کوڑا پہلے اپنی بیٹی کے آہستہ سے مار کر دولہا کے حوالہ کر دیتا ہے کہ وہ اس کوڑے سے اسی طرح کام لے۔

اس وقت جو آزادی عورتوں کو حاصل ہے وہ کوئی مذہبی نہیں بلکہ یورپ نے مذہب کو بالائے طاق رکھکر کیا ہے جو کچھ بھی کیا ہے۔ الا انجیل میں کوئی خاص حق عورت کو نہیں دیا گیا ہے۔ بلکہ عہد نامہ عتیق کی پیروی کی ہدایت کی ہے جس میں عورتیں ایک غلامی کی حیثیت رکھتی ہیں۔

غرضکہ جس وقت اسلام کا ڈنکا بجا اور آنحضرت نے کلمۂ توحید کی دعوت دی سارے عالم میں عورت کی حیثیت سوائے ایک بچہ جننے کی مشین کے کچھ نہ تھی ایسے زمانہ میں عورت کی اتنی عزت و احترام کا حکم دینا ایک بشری فعل نہ تھا

ہندوؤں میں عام طور پر اور عیسائیوں کے بعض بعض ممالک میں ابھی تک یہ دستور چلا آتا ہے کہ لڑکی کی پیدائش پر بجائے خوشی کے گونہ رنج و افسوس کیا جاتا ہے چنانچہ جنوبی ہندوستان اور بنگال کے بعض حصوں میں عموماً اس روز گھر والے کچھ نہیں کھاتے فاقہ کرتے ہیں اٹلی۔ سپین۔ اور برازیل میں لڑکی کی پیدائش پر کسی قسم کی خوشی نہیں منائی جاتی برخلاف اس کے اگر کسی مسلمان کے ہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو وہ

بجائے رنج وافسوس کرنے کے خوشی مناتا ہے اور اُس کو امید ثواب یوں ہوتی ہے
کہ یہ ادائیگی سنت رسول اللہ ہے۔

اسلام نے سب سے پہلی بات جو عورتوں کے حق میں کی ہے وہ دختر کشی کی سخت ممانعت ہے چنانچہ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق نحن نرزقکم وایاکم ان قتلہم کان خطأً کبیرا" یعنی اپنی اولاد کو افلاس کے ڈر سے قتل مت کرو ہم رزق دیتے ہیں ان کا قتل کرنا بڑا بھاری گناہ ہے" ہمارے رسول مقبول صلعم کو بچیوں سے بہت محبت تھی چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آنحضرت صلعم ایک چھوٹی لڑکی کو جو آپ نے گود میں لی ہوئی تھی پیار کر رہے تھے قیس نے پوچھا یہ کس جانور کا بچہ ہے جسے تم پیار کر رہے ہو" آپ نے فرمایا یہ میرا بچہ ہے" قیس نے کہا کہ خدا کی قسم میری ایسی بہت سی بیٹیاں تھیں مگر میں نے ان سب کو زندہ درگور کیا اور کبھی کسی کو پیار نہیں کیا" آپ نے فرمایا "پھر تم بڑے بدقسمت ہو اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے تم کو محبت انسانی سے جو ایک عظیم الشان نعمت الٰہی ہے محروم کر رکھا ہے"

اسلام میں لڑکا اور لڑکی کی کچھ تفریق نہیں رکھی گئی ہے جو حقوق اور جو احکام ایک لڑکے کے لئے صادر ہوئے ہیں وہی ایک لڑکی کے لئے ہیں۔ اُن لڑکیوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے آنحضرت ؐ نے خاص طور پر حکم فرمایا ہے جن کے ولی اُن کے سر پر سے قبل از وقت گذر گئے ہوں آپ نے اُن کے ساتھ نہایت نرمی اور دلدہی کے برتاؤ کے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر وہ صاحب زر ہوں تو ان کو حصہ سے محروم اور اس کو غصب کرنیکی دل میں ٹھان کر ان کو کسی قسم کی ایذا اور تکلیف مت دو۔ ان سے اُن کے مال پر قبضہ کرنیکی غرض سے شادی مت کرو تعلیم و تربیت میں کوئی کسی قسم کا فرق لڑکے اور لڑکی میں نہیں ہے بعض ایسے علوم ہیں جو یورپ میں اب تک عورت کے لئے ممنوع و ناجائز سمجھے گئے ہیں۔ کوئی عورت عیسائی مذہب کی عالمہ نہیں کہلائی جاسکتی زیادہ سے زیادہ وہ یہ کرسکتی ہے کہ "نن" بنجائے اور اس طرح اپنی زندگی گرجا کے لئے وقف کردے اس کا رتبہ گرجا میں ایک نوکر سے زیادہ نہیں اس کی رائے کسی مذہبی معاملہ میں وقیع نہیں گنی جاتی دنیاوی لحاظ سے کئی ایک ایسے مشاغل ہیں جن سے عورت کو روکا گیا ہے برخلاف اس کے اسلام میں حصول علم عورت و مرد دونوں کے لئے یکساں ضروری ہے طلب العلم فریضۃ

علی کل مسلم و مسلمۃ ہر ایک علمی دروازہ عورت و مرد دونوں کے لئے یکساں کھلا ہوا ہے ہماری عورتیں عالم فاضل۔ حافظ۔ شاعر۔ سیاست داں غرضکہ ہر شق میں ایک نہ ایک ماہر فن عورت ضرور ہوئی ہے حضرت امام شافعی رح نے حضرت نفیسہ سے حضرت جلال الدین سیوطی نے حضرت آسیہ سے اور حضرت محی الدین ابن عربی نے آمنہ و خدیجہ جیسی محترم خاتون کے سامنے زانوئے ادب طے کیا ہے۔

نکاح اور خصوصاً تعدد ازدواج پر یورپ والے منہ آتے تھے مگر موجودہ جنگ نے یہ بتادیا کہ جسے وہ اپنا آئیڈیل اور معیار تہذیب و شائستگی سمجھ رہے تھے وہ محض زبانی و کتابی بات نکلی عملی صورت میں اس کا رنگ ہی کچھ اور تھا۔

اسلام نے نکاح کا ایک نہایت سادہ و عام فہم طریقہ بتایا ہے ایک مسلمان کو نکاح کیلئے کسی مسجد یا مولوی کی ضرورت نہیں جہاں چاہے وہ نکاح پڑھوا سکتا ہے برخلاف اس کے عیسائیت میں علاوہ گرجے کے کہیں نکاح نہیں ہوسکتا اور پادری صاحب کے علاوہ کوئی نکاح نہیں باندھ سکتا

اسلام نے مرد و عورت دونوں کی آپس کی منظوری و پسند کا ہونا ضروری بتایا ہے اور مہر اور گواہوں کی ضرورت محض تشہیر اور حفاظت حقوق طرفین کے لئے ہے جو خصوصاً عورت کے لئے ایک خاص اہمیت رکھتے ہیں یہ سب مذہب کی تعلیم ہے۔ عیسائیت میں نکاح کوئی خاص مذہبی اہمیت نہیں رکھتا نہ اس میں نکاح کے کوئی خاص احکامات ہیں بلکہ انجیل کو پڑھکر آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ نکاح ایک اچھی اور ثواب کی چیز ہے۔

سینٹ پال فرماتے ہیں کہ نکاح انسان کی شہوانی کمزوریوں کے لئے ایک رعایت ہے" کنواری زندگی کو عیسائیت نے ثواب اور کار خیر سمجھا چنانچہ رومن کیتھولک فرقہ کے پادری شادی نہیں کرتے پوپ کنوارا شخص ہوتا ہے۔ حد ہے کہ گیارھویں صدی میں ایک مذہبی کونسل نے یہ پاس کیا کہ پادری کی اولاد غلام بنائی جائے اور وہ اس کی اولاد نہ سمجھی جائے۔ یہ تو مشہور روایت ہے کہ گریگورے اعظم نے پادریوں کی شادی کی بندش کردی تھی۔ اس کے ایک عرصہ کے بعد جب اس نے اپنے گرجا کے تالاب کو صاف کرایا تو اس میں سے ۶ ہزار سے زائد بچوں کی کھوپڑیاں نکلیں۔ برخلاف اس کے اسلام نے نکاح کی ترغیب دی ہے اور آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ننھے ننھے معصوم بچے جو عالم طفلی میں گذر جاتے ہیں اپنے والدین کی

بخشش کا باعث ہوتے ہیں اور اُن کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔
جس مذہب میں ایک نکاح کو بھی روکنے اور رواج نہ دینے کی کوشش ہو۔ اس کے تابعین کی نگاہ میں تعداد ازدواج تو قطعی جرم ہوگا۔ مگر تعصب کو بالائے طاق رکھکر اگر دیکھا جائے تو مرد و زن کے تعلقات میں عیسائیت ایک بالکل ناکامیاب مذہب ثابت ہوا ہے اور کسی صورت میں عملی نہیں کہا جا سکتا۔ اسلام نے چار شادیوں کی اجازت دی ہے اور ایک وقت میں چار بیویاں رکھ سکتے ہیں، مگر اس کے ساتھ ہی عدل و انصاف کی سخت تاکید کی ہے عیسائیوں اور یہودیوں نے کوئی تعداد مقرر نہیں کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کی ایک سے زائد بیویاں تھیں۔ قبل از اسلام دنیا میں کوئی تعداد بیویوں کی مقرر نہ تھی نبی آخر الزماں ہی پہلے نبی تھے جنھوں نے اس دائرہ کو محدود کر دیا اور عورتوں کو ذلت و تباہی کے بھنور سے نکال لیا۔ اگر احکام الٰہی کی پابندی کی جائے تو ایک سے زائد نکاح کرنا مشکل بلکہ ایک حد تک ناممکن سا ہو جاتا ہے بہت کم لوگ ایسے ہیں جو اپنی بیویوں میں عدل قائم رکھ سکتے ہیں اور ان کی یکساں دلجوئی اور خبر گیری کر سکتے ہیں اسلام نے تعداد ازدواج کو اس عمدگی اور صلاحیت کے ساتھ روکا ہے کہ جس سے عورت کے حقوق کی الگ حفاظت منظور ہے اور مرد کو الگ محض نفسانی جنجال میں پھنسنے سے بچایا ہے قرآن شریف میں سورۃ النساء میں صاف طور سے یہ الفاظ موجود ہیں کہ " اگر تمہیں اس بات کا خدشہ ہو کہ تم عدل قائم نہ رکھ سکو گے تو صرف ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو" عملی طور پر بھی مسلمانوں میں بے ضرورت نکاح کرنے والا نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور اس کی سوسائٹی میں بہت کم وقعت ہوتی ہے۔
اب دیکھنا یہ ہے کہ تعداد ازدواج (پولی گیمی) کی دنیا کو ضرورت بھی ہے یا نہیں اور اس کا عورتوں اور عام لوگوں کے اخلاق پر کیا اثر آج تک پڑا ہے۔ تعداد ازدواج کی آجکل جیسی اشد ضرورت محسوس ہو رہی ہے ایسی کبھی پہلے نہیں ہوئی۔ اور اب عیسائی ممالک کے بڑے بڑے سیاست داں حضرات اس بات کو محسوس کر رہے ہیں کہ پولی گیمی کے جواز کے بغیر اب دنیا چین سے نہیں بیٹھ سکتی۔ اس کی ترقی کی رفتار میں سستی آجائیگی اور موجودہ جنگ ختم ہونے کے بعد "عورتوں کی جنگ" شروع ہونے کا اندیشہ ہے
اب تک قیاس کیا گیا ہے کہ اس لڑائی کی بدولت انگلستان مردوں سے عورتیں

پانچ گنی۔ ترکوں میں سات گنی۔ بلجیم وفرانس اور روس میں آٹھ گنی۔ بلغاریہ میں نوگنی۔ جرمنی اور آسٹریا میں گیارہ گنی ہوگئی ہیں۔ ترک تو خیر مسلمان ہیں اور نیم مہذب اقوام میں گنے جاتے ہیں وہ تو لشتم پشتم گذارہ کرہی لیں گے عیسائیوں کی مشکل ہے کہ اس قدر زیادتی کی کیا سبیل سوچیں گے۔ جرمنی کے ایک فلاسفر نے یہ لکھا ہے کہ پولی گیمی تیس سال کے لیئے اس طور پر جائز کردی جائے کہ پہلی بیوی اپنی پسند کی۔ دوسری عورت اپنے خاوند کے لیئے تلاش کرکے لائے اور جس کی اولاد کی کفیل گورنمنٹ ہوگی۔ ان کے بچوں کو اپنے باپ کی جائداد پر کچھ حق ہوگا۔ اور وہ حرامی نہیں کہلائینگے اور انہیں شہریت کے سیاسی وندہبی حقوق بالکل اولاد کے برابر دیئے جائینگے۔

انگلستان میں لڑائی چھڑنے سے پیشتر جب عورتوں نے اپنے حقوق آزادی کے لیئے تلاطم برپا کیا اور شورشیں پیدا کرنی شروع کیں تو ایک مشہور اہل قلم اور ممبر پارلیمنٹ نے اپنے لکچر میں کہا کہ "اقتراعیہ" (سفرجٹ) کا علاج پولی گیمی ہے۔ غرض یورپ دل میں تو اس بات کا ضرور قائل ہے اور اسے علم وتجربہ ہوچکا ہے کہ ایک نکاح کا نصب العین عملی نہیں گذشتہ زمانہ میں بھی عیسائی دنیا میں اور ان کی مذہبی کونسلوں میں اس پر کافی بحث ہوچکی ہے اور مذہبًا اس کو جرم نہیں قرار دیا ہے ملٹن شاعر نے اپنی کتاب "اصول عیسائیت" میں انجیل کی آیتوں سے ثابت کیا ہے کہ تعداد ازدواج یعنی۔ پولی گیمی خدائی گناہ نہیں ہے اور اس کی ضرورت ہر ملک وقوم کو پڑتی ہے۔

اس کا اخلاق پر اثر

جب سے یورپ میں ایک نکاح کا قاعدہ جاری ہوا اور اس کی خود ساختہ "تہذیب وشائستگی" نے "خلاف انصاف وعقل" ازدواج کو قانونًا جرم ٹھیرادیا اسی روز سے حرام کاری اور زنا میں ترقی ہونی شروع ہوگئی اب یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ مردم شماری کے نقشہ میں "حرام زادوں" کا خانہ الگ موجود ہے اگر گذشتہ تیس سال کی مردم شماری پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ سب سے زیادہ ترقی حرام کاری نے کی ہے سب سے بڑا اخلاقی اثر تو یہ ہوا۔ دوسرے بونا پارٹ فرانس کی فوج کا جرنیل ہی تھا کہ اس نے نہایت قابل ولائق عورت جوزو فائن سے شادی کرلی تقریبًا پندرہ برس نہایت اخلاص کے ساتھ گذرے مگر کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اس عرصہ میں نپولین شہنشاہ ہوگیا۔ لوگوں نے کہا کہ اگر نپولین کے اولاد نہ ہوگی تو اس کے

بعد پھر فرانس میں آفت برپا ہو جائیگی عیسائیوں میں چونکہ ایک مرد ایک وقت میں ایک سے زائد بیویاں نہیں رکھ سکتا اس کو مجبوراً یا دل ناخواستہ لوگوں کے اصرار پر جوزفائن کو اولاد نہ ہونے کی بنا پر طلاق دینی پڑی۔ اگر نپولین مسلمان ہوتا تو اس کو اور اس کی قابل جوزفائن کو یہ صدمہ نہ اٹھانا پڑتا نہ معلوم اس قسم کے کتنے واقعات اور ہوئے ہوں گے جن کی خبر نہیں۔

مسز اینی بیسنٹ نے اسلام پر لیکچر دیتے ہوئے کہا کہ اسلام نے ایک سے زائد نکاح کی اجازت دی ہے مگر عیسائی دنیا عملاً ایسا کرتی ہے آگے چلکر کہا کہ عورت ذات کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ ایک مسلم شادی شدہ کے گھر میں ہو اور اس کی گود میں حلال بچہ ہو۔ اس کے خاندان والے اس عزت کرینگے۔ بر خلاف اس کے کہ وہ کسی عیسائی سے ناجائز تعلقات پیدا کرے پھر جب اس کے دل سے اتر جائے تو بازاروں میں ماری ماری پھرے اور ~~اس کی بغل~~ میں ایک "حرامی بچہ" ہو۔ جو تمام حقوق سے بے حق ہوتا ہے وہ گذرنے والوں کے الگ طعنے سنے اور ہر قسم کی ذلت اٹھائے۔"

ایک مشہور فرانسیسی اہل قلم لکھتا ہے کہ پولیگیمی تمدن کی خاص خاص حالت میں ضروری ہے دوسرا شخص کہتا ہے کہ "مغرب میں ایک بیوی کا رواج بس کتابوں میں یا زبانی رہ گیا ہے حقیقت حال کچھ اور ہے غرضکہ تمام وہ اقوام جو قانوناً ایک سے زائد شادیاں کرنے سے منع کی گئی ہیں حرام کار بے حیا ثابت ہوئی ہیں ان کے اخلاق بہت خراب اور گندے ہو گئے ہیں اخلاقی و عملی نقطہ نظر سے بھی تعداد ازدواج کوئی خلاف فطرت فعل نہیں بلکہ عین اس کے مطابق ہے۔

عورت کے حق کی حفاظت کے واسطے ایک اور شئے نکاح کے ساتھ ضروری کر دی گئی ہے وہ مہر ہے۔ جس کو عورت جس وقت چاہے خاوند سے طلب کر سکتی ہے۔ مزید براں خاوند کے ذمے اپنی بیوی کا نان و نفقہ ہے۔ اگر اس کے خاوند نے دوسری شادی کر لی ہے اور اس کی بیوی کو اس کا یہ فعل برا معلوم ہو تو وہ قاضی کے پاس جاکر اپنا مہر اور گذارہ طلب کر سکتی ہے اور جو زیور وغیرہ وہ اپنے ہمراہ لائی تھی اس کی وہ واحد مالکہ ہے برخلاف اس کے عیسائی عورت کے جہیز وغیرہ کو اس کا خاوند جب چاہے اور جس طرح چاہے استعمال کر سکتا ہے خواہ اس میں اس کی بیوی کی مرضی ہو یا نہ ہو۔ ایک مسٹر ملسٹ لکھتا ہے کہ ہمارا قانون عام بیوی کو اتنے پورے طور پر

خاوند کے قبضہ میں دیدیتا ہے۔ کہ ایک عورت شادی کے وقت صحیح وتندرست آزاد و مالدار ہوتی ہے وہ اگر دس بارہ برس میں الگ ہونا چاہیئے تو شیر مردہ بیمار صورت اور مفلس ہوگی یعنی شادی کے بعد اس کی جان ومال کا مالک کل اس کا خاوند ہوتا ہے پس مہر اور نان نفقہ بھی تعداد ازدواج میں حارج ہوتا ہے۔ جو لوگ بے ضرورت شادی کرنا چاہیں اُن کے لئے یہ ایک قسم کی روک کا موثر آلہ ہے۔

دوسرا بڑا حق عورت کو پیغمبر اسلام نے یہ دیا ہے کہ وہ اگر یہ دیکھے کہ خاوند کے ساتھ اس کی گذر ہونی مشکل ہے اور وہ ظالم فاجر بداعمال ہے تو وہ قاضی سے خلع کی درخواست کرسکتی ہے اور علیحدگی اختیار کرسکتی ہے۔ اس صورت میں مہر کی حقدار نہیں رہتی۔ ادہر مردوں کو طلاق کی رسولخدا نے اجازت تو دی مگر اس فعل کو مکروہ قرار دیا ہے امام غزالی نے کیا عمدہ طریقہ سے کراہتہ طلاق کی ثابت کی ہے آپ لکھتے ہیں کہ طلاق کے لفظ ہی سے مومن عورت کو صدمہ ہوتا ہے اور کسی مومن کو صدمہ پہنچانا کہاں جائز ہے؟ آنحضرت نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ تمام جائز افعال میں سے خدا کے نزدیک سب سے زیادہ نفرت کے قابل طلاق ہی۔ امام غزالی لکھتے ہیں کہ خدا کے نزدیک غلاموں کو آزاد کرنے سے بہتر اور طلاق سے بدتر کوئی چیز نہیں۔ غرض طلاق کی گو اجازت دیدی جو تمدن انسانی کے لئے نہایت ضروری ہے مگر اس کے عام رواج کو روکنے کے لئے کس قدر تنبیہ فرمائی ہے طلاق دینے کی شرائط اس قدر عمدہ اور عجیب رکھی ہیں کہ غیر ضروری طلاق ہو ہی نہیں سکتی۔ مرد کو لازم ہے کہ تین دفعہ طلاق دے تینوں ایکدم اور ایک وقت میں نہ ہوں ایسے ایام میں طلاق نہ دے جبکہ عورت ناپاک ہو۔ غصہ کی طلاق جائز نہیں طلاق نہایت سہولت میں ہونی چاہیئے طلاق کے بعد عورت کو عدت گذارنی پڑتی ہے عدت تقریباً تین ماہ کی مدت ہوتی ہے اس عرصہ میں عورت دوسری شادی نہیں کرسکتی اور یہ اس لئے کہ اگر حاملہ ہے تو حمل ظاہر ہوجائے دوسرے اگر مرد چاہے تو اس مدت میں رجوع یعنی ملاپ کرلے یہ مدت ڈھائی تین ماہ کی اتنی کافی ہوتی ہی کہ مرد کے خیالات میں تغیر ممکن ہی اور اگر کسی نادانی کی وجہ سے طلاق دی ہی تو اس کی تلافی کرسکتا ہی طلاق کے بعد مرد کو حکم ہے کہ جو کچھ تم نے عورت کو دیا ہی وہ اس سے واپس لو اور نہ تم اس کے حصہ اور اس کی ملکیت میں کچھ رکاوٹ ڈالو بلکہ اپنی اولاد کے گذارے کے لئے معقول رقم دیا کرو۔ لڑکے کے واسطے حکم ہے کہ وہ آٹھ

نو برس کی عمر کے بعد اپنے والد کے زیر نگرانی چلا جائے اور لڑکی شادی تک والدہ کے پاس رہیگی اس کا خرچ اس کے والد کے ذمہ ہوگا۔

مردوں کو عورتوں کے بارے میں ہدایت ہے کہ "عاشروھن بالمعروف یعنی اُن کے ساتھ حسن سلوک سے رہو اور اُن سے شادی کا جھوٹا وعدہ نہ کرو۔ ایک پاکدامن پر جھوٹا الزام واتہام نہ لگاؤ اس کو بہت سختی سے رد کیا ہے ان کو خدائے پاک نے "فاسق" کہا ہے قرآن پاک مرد کو ہدایت کرتا ہے کہ اپنی بیوی سے بدسلوکی کسی صورت سے نہ کرو۔ اگر وہ ناپسند ہو تو اسے نفرت سے الگ نہ کرو کہ ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور خدا نے اسی میں خیر کثیر رکھی ہے۔

والدین کی عزت کرنیکی اسلام نے بہت تاکید کی ہے خصوصًا ماں کی الجنۃ تحت اقدام امہات جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے سورہ بنی اسرائیل میں صاف صاف الفاظ میں یہ ہے کہ تم اپنے والدین کے ساتھ نیکی سے پیش آؤ اگر وہ بوڑھے ہو جائیں تو اُن سے بدمزاجی و سخت کلامی نہ کرو بلکہ نہایت ادب سے بات کرو اور اُن سے مہربانی سے پیش آنے کے ساتھ ساتھ خاکساری و عجز کا برتاؤ رکھو اور خدا سے دعا کرو کہ وہ انپر رحم کرے۔ جیسا انہوں نے تم پر بچپنے میں کیا تھا۔" دوسری جگہ ارشاد ہے ہم نے انسان کو والدین سے اچھے برتاؤ کا حکم دیا۔ اس کی ماں نے اسے شفقت سے پالا اور مشقت سے جنا یہاں ماں کی صاف فضیلت ہے۔ آنحضرت نے ماں کی عدم موجودگی میں ماں کے قریب ترین رشتہ دار عورت یعنی خالہ کی عزت و حرمت کرنی ضروری فرمائی ہے۔

اسلام نے مرد و عورت کے حقوق کو عذاب و ثواب کے معاملے میں مساوی کیا ہے قرآن مجید میں ہر جگہ مردوں اور عورتوں سے وعدہ وعید برابر کئے ہیں للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء مما اکتسبن دوسری سورۃ میں ارشاد ہوتا ہے من عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ ولنجزینھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون ایک نمازی پرہیزگار اپنے خاوند کی مطیع و فرماں بردار عورت یقینی ایسی ہی جنتی ہے جیسا کہ ایک عابد زاہد مرد ہے جو کہ اپنی اہل و عیال کی پرورش و بہبود کا خیال رکھتا ہو حد شرع بھی مرد و عورت دونوں کیلئے مساوی ہے زانی مرد ہو یا عورت دونوں کی سزا ایک ہے یعنی سورۃ الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ ولا تاخذکم بھما رافۃ فی دین اللہ اسی طرح چوری کی سزا میں۔ جھوٹ بولنے شراب پینے سود کھانے وغیرہ میں جو مرد کے لئے حد ہے وہی عورت کیلئے ہے روحانی مدارج میں بھی جو مرتبہ مرد کو حاصل ہے وہی عورت کو ہے ولایت کا مرتبہ عورت کیلئے بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ مرد کیلئے الحاصل اسلام میں عورت سے کسی قسم کا بخل نہیں برتا گیا باستثنائے

چند اس کو ہر معاملہ میں مساوی برتاوے کا حکم دیا ہے۔ چند باتیں ایسی ہیں جن میں عورت کا مرد سے
رتبہ میں دوئم درجہ پر رکھی گئی ہے درحقیقت فطرۃً جہاں تک عورت مرد کے برابر ہے اسلام نے بھی
اسی حد تک مساوات کے حقوق عائد کئے ہیں مگر جب قدرت نے مرد و عورت کو ایک فطرت پر پیدا
نہیں کیا کچھ نہ کچھ کمی بیشی ضرور رکھی ہے تو وہ قاعدہ و قانون جو اس کمی و بیشی کو جبکہ جبلی ہے مٹانا چاہے
اور باہم پوری مساوات قائم کرنا چاہے ہمیشہ خلاف فطرت ہوگا۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ مرد و عورت کی
ساخت میں بیّن فرق ہے اور عورت خصوصاً بعض کاموں میں طبعی طور پر بچنا پسند کرتی ہے۔ اور حمل و زچگی وغیرہ
جس سے مرد بالکل فارغ ہے عورت کیلئے اہم مصروفیت کا باعث ہیں تو ہم مرد و عورت کی ذمہ
داریوں کی مساوات کے قائل نہیں رہتے اسلام نے تمام محنت و مشقت کے کام مرد کے سپرد کئے ہیں
اور عورت کے ذمہ خانہ داری اور اولاد کی غور و پرداخت کا کام رکھا ہے اسی تقسیم کو مد نظر رکھکر ترکہ و
تقسیم جائداد میں بھی مرد کو فضیلت دی ہے اسلام نے عورت کو مرد کی طرح ترکہ کا حقدار ٹھہرایا ہے صرف
فرق اتنا ہے کہ عورت کا حصہ مرد سے نصف ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ شرع نے مرد کے ذمے پر پرورش اولاد
کا خرچ اور اپنی بیوی کا نان و نفقہ رکھا ہے اور عورت پر کوئی اس قسم کی ذمہ داری عائد نہیں کی
ہے مزید براں ہر زمانہ و ہر ملک میں ہمیشہ مرد پر عورت سے زیادہ اخراجات کا بار رہا ہے اسی وجہ
سے شارع اسلام نے مردوں کو فوقیت و برتری دی ہے۔ دیگر لحاظ سے مرد و عورت برابر رکھے گئے
ہیں جن رشتوں سے مرد مستحق کی عدم موجودگی میں یعنی انتقال کے بعد اسکی اولاد یا دوسرا قریبی
رشتہ دار اس حصہ کا مستحق ہوتا ہے اسی طرح عورت کا رشتہ دار بھی مرنیوالی کے حصہ کا استحقاق
رکھتا ہے اگر عورت بغیر مہر معاف کئے مر جائے تو اس کے لواحقین مجاز ہیں کہ وہ اس کے خاوند
سے اگر چاہیں تو مہر طلب کر سکتے ہیں اتنی ضرور اس میں رعایت ہے کہ چونکہ وہ اس کی بیوی تھی
حق زوجیت خاوند کو بھی اس مہر میں سے ملیگا۔ جو ½ حصہ ہوتا ہے۔ یورپ کو دیکھئے تو اسی عورت
کے حصہ کے سوال نے لاکھوں جانوں کا خون بہایا یعنی "جنگ صد سالہ" فرانس و انگلستان
میں اسی بنا پر چھڑی تھی جو سارا "سیلک لا" کے نقص کا نتیجہ تھا۔ علم الاجسام اور علم الارواح
سے پتہ چلتا ہے کہ عورت مرد سے دماغی و جسمانی قابلیتوں میں کم ہے اس کا دماغ مرد سے
چھوٹا اور وزن میں بھی کم ہوتا ہے۔ دل بھی اُن کا نسبتاً کمزور ہوتا ہے مزید براں تاریخ اس کی شاہد ہے
کہ مردوں ہی میں سے دنیا کے بہترین افراد زیادہ اور کثرت سے ہوئے ہیں جس سے یہ نتیجہ نکل سکتا
ہے کہ مرد کی ذہانت اور دماغی قابلیت و معاملہ فہمی عورتوں سے نسبتاً بدرجہا افضل و اعلیٰ ہے

ہی عورت عرصہ دراز سے مرد کی فوقیت کو تسلیم کرتی چلی آئی ہے۔ عورت
و کم استعدادی کو مدنظر رکھکر قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے "الرجال ق
یعنی مرد عورتوں کے سردار ہیں دوسری جگہ فرمایا ہی وللرجال علیہن درجہ
عورتوں پر ایک فوقیت حاصل ہی اسی وجہ سے اسلام نے دو عورتوں کی گواہ
گواہی کے برابر تسلیم کیا ہے۔ عورتوں کو امامت سے محروم کیا ہی۔ عورتوں کو
جائیں تو مردوں کی صف کے پیچھے اپنی علیحدہ صف بنالیں۔

حیض و نفاس کے دنوں میں عبادت کرنے کو یعنی نماز وغیرہ کو منع
میں اگر عورت روزہ نہ رکھے تو کوئی ہرج نہیں ہے "عورت بچہ ہونے کے
پاک ہوجاتی ہی اور اگر وہ اس تکلیف میں مرجائے تو شہید ہوگی"

ایک اور عورت کی "مساوات میں خامی" اور آزادی میں رکاوٹ "پردہ"
پردہ کا حکم حرامکاری وزناکاری کی جڑ سے اکھیڑنے کی غرض سے دیا تھا عرب میں
سے برسوں تک سخت خونریزی رہی۔ فارس۔ یونان اور ہند میں صدیوں سے
اور اس وقت بھی بقول مسٹر امیر علی بہت سے ممالک ایسے ہیں جو اسلامی
مگران میں پردہ کا رواج ہی۔ کوریا چین اور جنوبی امریکہ کی ہسپانی نوآبا
سخت پردہ ہے اس بات کا سب اعتراف کرتے ہیں کہ غیر مہذب وادنیٰ ق
پردہ کا طریقہ فائدہ سے خالی نہیں اُن کے شکستہ اخلاق کو درست کرنے
وغیرت پیدا کرنے کے لئے ایک نہایت عمدہ چیز ہے۔

جرمنی کے ایک عالم نے اور پھر امریکہ کے مشہور اہل قلم مسٹر ویب۔
یورپ اور امریکہ کی کسی مجلس میں جاؤ ان کے ناچ گھر میں دیکھو کر بڑے بڑے
عالموں کی نیک بیبیوں اور معصوم بیٹیوں پر دہشت شرابیوں کی کیسی للچائی ہ
ہیں حقیقت میں ناچ گھر کجروی و بداخلاقی کا منبع ہوگیا ہے ویب صاحب۔
تقاریب میں عورتیں نہایت "نازیبا زیبائش" سے آراستہ ہوکر آتی
نوجوانوں اور اکثر طبائع پر برباد کن ہوتا ہی۔

انہی خیالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اور ایسی قسم کی بیہودہ سوسائٹی
غرض سے اسلام نے پردہ کا حکم دیا ہے یورپ نے عورتوں کی آزادی "۔

سفر جیٹ خیالات کی عورتوں کی زبردست پارٹی پیدا کرلی ہے جس نے وزارت و حکومت تک کو ہلا دینے کا فیصلہ کرلیا تھا یہ اسی بے پردگی کا نتیجہ ہے کہ آج ہم کو یورپ میں عام طور پر "کنواری ماؤں" "لڑائی کے بچوں" کی کثرت سنتے ہیں۔

مرد کو ایک اور امتیاز خدا نے یہ عطا فرمایا ہے کہ وہ دیگر صاحب کتاب کی عورتوں سے شادی کرسکتا ہے "الیوم احل لکم الطیبات وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم وطعامکم حل لھم والمحصنت من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم اذا اتیتموھن اجورھن محصنین غیر مسافحین ولا متخذی اخدان" یعنی آج کے دن ساری ستھری چیزیں تمہارے لئے حلال کی گئیں اور ان لوگوں کا کھانا جن کو کتاب دی گئی ہے تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا اُن کے لئے حلال ہے اور پاکدامن بیبیاں مومن عورتوں میں سے اور پاکدامن بیبیاں ان لوگوں میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے جب تم ان کو اُن کے مہر دیدو پاکدامنی اختیار کرتے ہوئے نہ شہوت رانی کی غرض سے اور چھپی آشنائی کے طور پر۔ یہودیوں اور نصرانیوں میں اس قسم کی شادی کی اجازت نہیں اسلام نے مسلم و غیر مسلم بیبیوں میں کچھ فرق نہیں رکھا سب کے حقوق یکساں ہیں مسلمان خاوند غیر مذہب بیوی کی روانگی رسوم مذہبی میں ہارج نہیں ہوسکتا مگر ایک مسلمان عورت کو کسی دوسرے مذہب والے سے نکاح کی اجازت نہیں دی چونکہ اسلام نے عورت کو بہت محترم سمجھا ہے اور اسی احترام کی وجہ سے یہ ممانعت کی گئی ہے ممکن ہے کہ اس کا غیر مسلم خاوند اپنی مسلم بیوی کی عبادت. نماز روزہ وغیرہ میں مخل ہو اس طرح عورت کی مذہبی آزادی میں فرق آتا ہے۔

عورت کو خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اپنے خاوند کی فرمانبرداری و دلجوئی کرے اس کے پیچھے اور اس کی غیبت میں اس کے مال اور اس کی امانت کی حفاظت کرے۔ خانہ داری کا انتظام بچوں کی غور و پرداخت' انکی ابتدائی تعلیم اور ان میں قومی وقار کی روح پھونکنا اسی کا کام ہے کسی کا مشہور قول ہے کہ "پنگوڑے میں جو اصول بچہ کے کانوں میں پڑ جاتے ہیں وہ تا زیست انمٹ ہیں یہی وجہ ہے کہ اسلام نے عورتوں کے سنوارنے اور انکی اخلاقی حالت درست کرنے کے احکامات خصوصیت سے نافذ کئے ہیں اور مسلمانوں کو اپنی بیویوں کی اصلاح و بہبودی کی طرف قرآن و حدیث میں توجہ دلائی گئی ہے۔ ادھر عورتوں کے لئے خاوند کی اجازت و مرضی نہایت ضروری قرار دی ہے خاوند کے بغیر اجازت عورت کا حج تک قبول نہیں ہوتا۔

غرضکہ مردوں کے حقوق عورتوں پر ایسے ہی ہیں جیسے عورتوں کے مردوں پر

مثل الذی علیھن بالمعروف قرآن پاک میں دونوں کے تعلقات اس
کئے ہیں والمومنون والمومنات بعضھم اولیاء بعض یامرون بالمعروف
عن المنکر ویقیمون الصلوۃ ویؤتون الزکوۃ ویطیعون اللہ ورسولہ اولئک
اللہ ان عزیز حکیم۔ مومن مرد اور مومن بیویاں ایک دوسرے کے ولی
وہ آپس میں نیک بات کا حکم دیتے ہیں اور بری بات کو روکتے ہیں۔ نماز پڑھتے
دیتے ہیں اور اللہ اور اُس کے رسول کی فرماں برداری کرتے ہیں ان پر عنقریب
رحم کریگا۔ اللہ غالب حکمت والا ہے۔"

عورت کو مطلع کیا گیا ہے کہ اگر دنیا میں کسی کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو عو
دیا جاتا کہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں خاوند کی اطاعت وفرماں برداری عو
ئے عبادت۔ سعادت ہے اس کو خوش رکھنا اور اُس کے مال کو درد اور رح
ساتھ صرف کرنا۔ اس کی امانت میں خیانت نہ کرنا دین و دنیا میں بہتری دلو

المختصر اسلام ہی نے عورتوں کو قعر ذلت سے نکالا۔ ان کے حقوق
مردوں کو صاف وصریح الفاظ میں۔ اور خود رسول اللہ صلعم نے اپنے عمل سے
ن اہمیت اور ضرورت کی تعلیم دی۔ اور دنیا کو بتا دیا کہ عورت نفسانی خواہش
پورا کرنے کا آلہ نہیں ہے بلکہ وہ ایک قابل احترام شے ہے۔ وہ مرد و ر
اس کی خدمت واطاعت ان کا فرض ہے۔ خدا کے نزدیک عورت ومرد
ہیں عذاب وثواب دونوں کو یکساں ہے۔ مردوں کو تاکید ہے اور آنحضرت
زندگی میں نمونہ دکھا دیا ہے کہ عورتوں سے خصوصاً اپنی بیویوں کے
نرمی وانسانیت کا برتاؤ کرنا چاہیئے ان کی دل شکنی کو منع فرمایا ہے اور ان کی د
دی ہے۔ ادھر عورتوں کو حکم ہے کہ تم اپنے خاوند کو خوش رکھو وہ تمہاری ہر
کفیل ہیں تمہاری آرام وآسائش کے لئے محنت ومزدوری کرتے ہیں تمہیں
کہ انھیں ناراض ہونیکا موقع نہ دو۔ اسی باہم سلوک ومحبت کی تعلیم میں دنیا ک

خاکسار
محمد عزیز احمد خا

پیغام صداقت

کفر و ارتداد کی گھٹائیں چھا رہی تھیں، تاریکی و ظلمات کے بادل گرج رہے تھے، شرک و الحاد کی آندھی چل رہی تھی کہ حق و صداقت کی بجلی چمکی۔ انوار الٰہیہ کا مینہ برسا اور "جاء الحق و زھق الباطل" کا حکم پورا ہوا۔ کفر و ارتداد کے خوفناک شراروں کو بجھانے اور حقانیت و صداقت کی شعاعوں کو پھیلانے کے لئے "اسوۃ النبی" لکھی گئی اور حامیان باطل کے لئے ایک برہان قاطع قرار دی گئی۔

"فتنۂ ارتداد اور فرض اسلام"

اگر مسلمانوں کے دلوں سے ایمان کی روشنی، اسلام کی عظمت، خدائے واحد کی جلالت، اور پیغمبر اسلام کی مودت مفقود و معدوم نہیں ہوئی ہے تو آج باطل کی مدافعت اور حق کی اشاعت کرنا ہر مسلمان کا نہایت اہم اور ضروری فرض ہے۔

اسلام کا فرض کیونکر ادا ہو سکتا ہے

صرف اس طریقہ پر کہ تمام مصروفیات و مشاغل سے علیحدہ ہو کر اشاعت حق اور تردید باطل میں سعی و جہد کیجاوے اور مقدس اسلام کی حقانیت و صداقت اظہر من الشمس کی جائے "اسوۃ النبی" اشاعت اسلام کیلئے کس درجہ ضروری ہے کس قدر اہمیت رکھتی ہے اور کس پایہ کی تصنیف ہے اس کا جواب حقیقت شناس نگاہیں انصاف پسند قلوب اور صاحب الفکر دماغ دینگے؟ آپ جس قدر استطاعت رکھتے ہیں اسوۃ النبی کی جلدیں رعایتی قیمت پر منگائیں اور غیر اسلامی حلقوں میں مفت تقسیم کریں اس صورت میں یقیناً آپ اشاعت اسلام کا اہم فرض ادا کر سکتے ہیں اور ثواب عاقبت کے بھی مستحق ہو سکتے ہیں و باللہ التوفیق۔

زاہد القادری

مقالات نیاز

ہندوستان کے نامور ادیب اور سحر نگار انشا پرداز مولانا نیاز فتحپوری کے
مذہبی علمی ادبی اور تاریخی مضامین کا نایاب ذخیرہ۔ وہ بلند پایہ مضامین
کہ جنکے مطالعہ سے قلب محظوظ اور دماغ مسرور ہوتا ہے مضامین کی لطافت
عبارت کی رنگینی اور کتاب کی اہمیت صرف دیکھنے سے متعلق ہے کتابت
طباعت نہایت عمدہ ہے قیمت صرف آٹھ آنہ ۸؍ علاوہ محصولڈاک۔

مینیجر لالی پریس دہلی

بحر توحید [illegible]

توحید باری تعالیٰ [illegible] کے متعلق حضرت مولانا ابوالکلام
آزاد [illegible] دہلوی کے [illegible]

تعلیم الاسلام

مصنفہ حضرت مولٰنا زاہد القادری (اترولوی)

اسلامی تعلیمات کے متعلق بہترین تصنیف، اس کتاب میں مسلمانوں کی فلاح آخر و اصلاح معاشرت کے متعلق اور دینی و دنیوی معاملات کی نسبت قرآن حکیم کے ناطق احکام نہایت صراحت و وضاحت کے ساتھ درج ہیں شروع سے آخر تک مسلمانوں کے ہر معاملہ کے لئے قرآنی حکم بیان کیا ہے۔ او دلائل و براہین سے ثابت کیا ہے کہ مسلمانوں کے تمام معاملات پر قرآنی احکام حاوی ہیں اس کتاب میں اسلام کی حقیقی تعلیم اور اسلام کے اہم مقاصد بھی بیان کئے گئے ہیں۔ بہر اعتبار نہایت بیش قدر تصنیف ہے۔

قیمت بارہ آنہ علاوہ محصول۔

(مینجر ہلالی پریس دہلی)

مولٰنا شرر لکھنوی کی بے مثل تصنیف

مخدّرات

جس میں مصر بابل عراق فلسطین قسطنطنیہ جزیرۃ العرب اور تمام ممالک کی مشہور و نامور خواتین کے حالات زندگی علمی کارنامے روحانی کمالات۔ اور دنیوی مدارج نہایت محققانہ طریقہ پر درج کئے گئے ہیں طرز بیان نہایت دلچسپ ہے مولانا شرر کی سحر نگاری مسلمہ ہے اس لئے زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں کتابت طباعت نہایت نفیس کاغذ نہایت عمدہ ہے ضخامت ۲۳۲ صفحے قیمت فی جلد ایک روپیہ۔ آٹھ آنہ عہ

منیجر ہلالی پریس دہلی